آثار شاہ ہمدان

ترتیب و تدوین

محمد رضا اخونذادہ
ایم۔ اے پولیٹیکل سائنس پنجاب
ایم۔ اے، اسلامیات بہاولپور
بی اے، بی۔ ایڈ

ناشر
برات لائبریری برق چھن خپلو
بلتستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت اول	:	1994
نام کتاب	:	آثار شاہ ہمدان
تصنیف	:	محمد رضا اخوندزادہ
تاریخ اشاعت	:	فروری 1994ء
طبع		بار سوئم تعداد 500
پروف ریڈنگ	:	ذاکر حسین ذاکر ایم اے فلسفہ
کمپوزنگ	:	احمد گرافکس 15۔ رابرٹس روڈ نیلا گنبد لاہور فون 320521
قیمت	:	150/-

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

رائے گرامی

جناب صوفی غلام محمد صاحب ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر سکردو

نویں صدی ہجری میں میر سید محمد نوربخش نے فقہ احوط کے مقدمے میں جہاں شریعت محمدیہ کو من و عن ہم تک پہنچانے کے عزم کا اظہار کیا ہے وہاں انہوں نے باب امربالمعروف میں یہ مشورہ دیا ہے کہ ایسے مسائل کے بیان میں بیباکی کا مظاہرہ نہ کرے جن میں امت مسلمہ متفق نہ ہو اسی طرح باب الوقف میں اہل قبلہ کو مسلمان قرار دیا۔ سید محمد نوربخش اتحاد بین المسلمین کے بڑے داعی گزرے ہیں۔ بزرگان نوربخشیہ کی تعلیمات سب کے لئے یکساں ہیں اور آج بھی بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لئے قابل عمل ہیں۔ جس طرح حضور پاکؐ نے جزیرہ نمائے عرب سے جہالت، فحاشی اور دختر کشی جیسی شرمناک جرائم کا خاتمہ کر دیا اسی طرح سید علی ہمدانی نے خطۂ کشمیر و بلتستان میں بدھ مت کے کھینچی ہوئی طبقاتی تقسیم کی لکیر کو مٹا دیا اور ایک پرامن معاشرے کی داغ بیل ڈالی جو صدر اسلام کی مانند آج بھی یہاں قائم ہے۔ جبکہ وہ علاقے جہاں حضرت شاہ ہمدان نہیں گئے وہاں اب بھی قبائلی روایات کا دور دورہ ہے اور معمولی باتوں پر ایک دوسرے کا بے دریغ خون بہائے جاتے ہیں۔ وہ رسول پاکؐ کا یہ اعلان بھول بیٹھے ہیں جس میں آنحضورؐ نے فرمایا کہ آج سے زمانہ جاہلیت کا خون باطل کرتا ہوں سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ربیعہ کا خون معاف کرتا ہوں۔

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

گزشتہ کچھ عرصہ سے سکردو شہر میں بیرونی یاغی تہذیب کے زیراثر رونما شدہ چند روح فرسا واقعات کے بعد یہاں کے عوام یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ میر سید علی ہمدانی کا ہم پر کتنا احسان ہے۔ اور یہ میر سید علی ہمدانی کی تعلیمات کا اثر ہے کہ یہاں کے باشندوں کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ چلے آئے ہیں۔ مذہب کی تبدیلی کے باوجود ہر شعبہ ہائے زندگی میں میر سید علی ہمدانی کی تعلیمات جلوہ گر ہیں۔ ان کی یہ تعلیمات رہتی دنیا تک اہل بلتستان کے ایمان و عقائد کو تروتازہ رکھیں گے۔ مولانا محمد رضا اور غلام حسن حسنو خانقاہ نوربخشیہ سکردو کے پیش امام جناب اخوند محمد حسین کے صاحبزادے ہیں۔ یہ دو بھائی

جہاں بحیثیت استاد قوم کی رہنمائی کرتے ہیں وہاں ان کے تصانیف میں اتحاد بین المسلمین کو مد نظر رکھنے کی سعی کی گئی ہیں۔ زیر نظر کتاب آثار شاہ ہمدان شائع ہو جانے کے بعد نور بخشیوں کے اندر اور باہر تمام شکوک و شبہات کا خاتمہ ہو جائے گا اور اتحاد بین المسلمین کے وسیع امکانات پیدا ہو جائیں گے۔

غلام محمد ڈی' ایچ' او اسکردو

Scan by
NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

Scan by
NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

تعارف

شاہ ہمدان، امیر کبیر، علی ثانی وہ پیارا نام ہے جو کشمیر و بلتستان کے بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ ہر دل ان کی یاد سے شاد اور ہر زبان ان کے ذکر سے آباد ہے۔ ہر فرد ان کا نام سنتے ہی فرط عقیدت سے جھک جاتا ہے۔ صدیاں گزرنے کے باوجود ان کی عقیدت اور احترام میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ایران، ختلان، پاکستان، کشمیر اور بلتستان میں شاید کوئی فرد ایسا ہو جس کا دل شاہ ہمدان کی یاد سے آباد نہ ہو۔ اس بزرگ ہستی سے لوگوں کی عقیدت بجا ہے اس لئے کہ انہیں انہی کے ذریعے دولت دین اور سرمایہ ایمان نصیب ہوا۔ بلاشبہ حضرت شاہ ہمدان ہمارے محسن ہیں۔

حضرت شاہ ہمدان علیہ الرحمتہ کی تبلیغی سرگرمیوں کا جائزہ لینے سے پہلے اس وقت کے تاریخی، تہذیبی اور ثقافتی پس منظر پر نگاہ ڈالیے۔ بلتستان بدھ مت کا گڑھ اور کفر و شرک کا مرکز تھا۔ ان علاقوں میں اللہ کا ایک بھی نام لیوا نہ تھا۔ چونکہ ان دشوار گزار علاقوں میں تبلیغ دین کے لئے آنے کو کوئی بھی تیار نہ تھا۔ بدھ حکمرانوں نے بعض پہاڑوں کی بلندیوں اور اہم مقامات پر مندر بنا رکھے تھے۔ جن میں لاما رہتے تھے جنہوں نے مکر و فریب اور سحر و جادو کے ذریعے علاقے کے لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا تھا۔ ایسی صورت حال میں حضرت شاہ ہمدانؒ سید محمد نور بخشؒ اور میر شمس الدین عراقی کا اس خطے میں وارد ہونا، زور علم اور قوت یقین کے بل بوتے پر یہاں کے باسیوں پر چھا جانا، اسلام کو غلبہ حاصل ہونا، کفار کے مراکز کا خاتمہ ہونا خدائے وحدہ لاشریک کے خاص فیضان کرم کے سوا اور کچھ نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف طالع آزما مہم جو اور فاتحین ہی برصغیر پاک و ہند میں وارد نہیں ہوئے بلکہ ان لشکروں کے جلو میں بڑے بڑے عالم، صوفی اور روحانی طبیب بھی آئے۔ جنہوں نے کفرزار ہند کے اذہان اور معاشرے کے افکار و روایات کو اپنی پوری قوت سے متاثر کیا۔ سماجی، معاشرتی، انسانی اقدار میں زبردست انقلاب برپا کر دیا۔ یہ لوگ

اسلام کا مشعل بردار بن کر آئے اور سارے برصغیر کو اسلامی تعلیمات سے منور کر دیا۔ انہوں نے مقامی رسم و رواج، بدعات، اور جاہلی تعصبات کو مٹا کر رکھ دیا۔ یہ صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ ایک سچے اسلامی معاشرے کے معمار تھے حضرت علامہ اقبالؒ نے اولیاء کرام کے مقاصد کو بھانپ لیا تھا اور اسلامی مملکت کا تصور پیش کیا۔ قائداعظم نے جس کے حصول کے لئے زبردست جدوجہد کی اور مملکت خداداد پاکستان وجود میں آیا۔ آج ہم ان صوفیائے کرام اور مسلم قائدین کے جہد بلیغ کے فوائد و ثمرات سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

کشمیر و بلتستان جیسے کوہستانی علاقے کی گھاٹیوں، جنگلوں اور ویرانوں میں اسلام کی روشنی پہچانے کا اولین سہرا حضرت شاہ ہمدان کے سر ہے۔ آج بھی یہاں کے باشندوں میں اسلام سے والہانہ وابستگی شعائر اسلام کی پابندی اور عقائد کی پختگی پائی جاتی ہے یہ سب حضرت شاہ ہمدان کی مساعی جمیلہ اور فضل خداوندی کا نتیجہ ہے۔

کشمیر و بلتستان شہ رگ پاکستان ہیں۔ ان کے بغیر مملکت خداداد پاکستان نامکمل ہے۔ چونکہ پنجاب کے بنجر زمینوں کو لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل کرنے اور سندھ کے ریگزاروں کو سرسبز و شاداب بنانے، وطن عزیز کے لئے ہزاروں میگا واٹ برقی توانائی پیدا کرنے میں بلتستان و کشمیر کے گلیشیئر اور دریا مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لئے کشمیر و بلتستان کے بغیر پاکستان تشنہ تکمیل رہے گا۔

بلتستان کے سربفلک پہاڑوں ہیبت ناک گلیشروں اور ناقابل عبور دروں نے دشمن کے عزائم خاک میں ملا دیئے ہیں۔ ورنہ وہ کب سے شاہراہ ریشم پر قبضہ کر کے پاکستان اور چین کے درمیان واحد زمینی رابطے کو ختم کر چکا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان اور کشمیر کے حکمران، سیاسی لیڈر اور دانشور بلتستان کو عظیم دفاعی حصار سمجھتے ہیں اور اس کی اہمیت کو بہتر طور پر جانتے ہیں۔

مشہور زمانہ سیاچن گلیشیر اور اس کے معاون گلیشروں، آکاش سے چھوتے پہاڑ، دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی K - 2 پہاڑ، عمیق وادیاں، میلوں پھیلے ہوئے برفانی میدان حضرت امیر کبیر علیہ الرحمتہ کی جولانگاہ رہی ہے۔ ان کی جہد بلیغ سے یہاں کے دروں میں توحید کی آواز گونج اٹھی اور نور اسلام سے سارا خطہ منور ہوا۔ کشمیر و بلتستان کے گوشے گوشے میں حضرت شاہ ہمدان کے ان مٹ آثار پائے جاتے ہیں۔ یہ آثار ان کی یہاں آمد کے گواہ

ہیں- لوگ ان آثار سے انتہائی عقیدت و محبت رکھتے اور ان کا بے حد احترام کرتے ہیں- ان آثار کو راقم نے چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے-

1- روحانی آثار-
2- تاریخی آثار-
3- معاشرتی و تمدنی آثار-
4- ثبت شدہ آثار، پتھر اور گزرگاہیں-

سلسلہ عالیہ نور بخشیہ

سلسلہ عالیہ نوربخشیہ حضرت شاہ ہمدان علیہ الرحمۃ کی روحانی یادگار ہے- گو کہ لفظ نوربخشیہ سید محمد نور بخش (متوفی ۸۶۹ ھ) کے بعد رائج ہوا جبکہ اس سے قبل اس سلسلے کو میر سید علی ہمدانی کی نسبت سے ہمدانیہ کہلاتا تھا- جن کے تفاصیل باب پنجم میں ملاحظہ فرمائیں-

فقیر کی ناقص رائے میں کشمیر کی اکثریتی آبادی اور بلتستان کی سالم آبادی ساتویں صدی ہجری سے گیارھویں صدی ہجری تک نور بخشی تھی یہ بات تحفۃ الاحباب کے مندرجات سے ثابت ہوتی ہے- اب کشمیر کی اکثریتی آبادی اہل سنت، اہل حدیث اور شیعہ فرقے میں ڈھل چکی ہے جبکہ نور بخشیہ بلتستان کے علاوہ کشمیر کے دوردراز علاقوں میں محدود ہو کر رہ گئی ہے-

سلسلہ نور بخشیہ تصوف کا ایک سلسلہ ہے جس کی اپنی تاریخ ہے- اس سلسلے کے بزرگ عظیم ولی اللہ تھے- دنیا کے بیشتر حصوں میں اس سلسلے کے بزرگوں نے اسلام پھیلایا- اہل نور بخشیہ اپنی سادگی، اخلاق، شرافت، رواداری اور انصاف پسندی میں اپنی مثال آپ ہے- اس کی شرافت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کوئی سنی، شیعہ یا اہل حدیث ان کی مساجد میں نماز باجماعت پڑھنے لگے یا اس پر حق ملکیت جتانے لگے تو اسے کبھی اعتراض نہ رہا ہے بلکہ سرزمین بلتستان و کشمیر نے اس قسم کے مظاہرے بھی دیکھے ہیں کہ کوئی غیر نور بخشی عالم نور بخشیوں سے ان کی مساجد یا خانقاہ میں مخاطب ہے دوران خطابت وہ نور بخشی لوگوں کو اپنے مذہب کی فضیلت بدلائل و براہین سمجھاتا ہے- ساتھ ساتھ

نور بخشی سلسلہ پر تنقید کرتا جاتا ہے۔ اس قدر دیدہ دلیری کے باوجود نور بخشی ایسے عالم کو کبھی ٹوکا نہیں۔ بعض جگہ سادہ لوح نور بخشیوں نے اپنی مسجد اور خانقاہ ایسے دخل انداز کے حوالے کر دیئے ہیں اور بعد میں اپنے لئے الگ عبادت گاہ بنا لیئے۔ نور بخشی مسلمانوں میں تعصب اور تنگ نظری نہیں ہوتی۔ اس کا اندازہ درج بالا حقائق کے علاوہ نور بخشی اپنے بچوں کو دوسرے مسلم فرقوں کی درسگاہوں میں داخل کرتے ہیں۔ وہاں سے فارغ ہو کر نکلنے والوں میں سے بیشتر مسلک نور بخشیہ سے بیزار ہو چکے ہوتے ہیں۔

گزشتہ کچھ عرصہ سے سلسلہ نور بخشیہ سے متعلق عجیب و غریب باتیں سننے اور دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ کچھ یار لوگوں نے اس کے خلاف بے حد بے سروپا اور خلاف حقیقت باتیں لکھی ہیں۔ بعض نے کفر کے فتوے بھی داغ دیے ہیں۔ بعض نے رٹ لگا رکھے ہیں کہ یہ ان کی اپنی شاخ ہے۔ ان کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ حقائق کو سامنے لانے کی ایک کوشش ہے۔

آنکھیں اگر ہیں بند پھر دن بھی رات ہے۔
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا۔

شاہ ہمدان کے اس روحانی یادگار کو شکوک و شبہات کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ تعلیم کے ذریعے اس سلسلے کے وجود کو مٹانے کی کوششیں ہنوز جاری ہیں۔ تمام مسلم دانشوروں کو چاہئے کہ وہ وطن عزیز کے کم از کم شمالی سرحدوں کی حد تک اس سلسلے کے وجود کو برقرار رکھنے اور زندہ رکھنے کے لئے پالیسی بنائے تاکہ شاہ ہمدان کا یہ روحانی یادگار محفوظ رہ سکے۔

زیر نظر کتاب کا پہلا باب شاہ ہمدان کی ذات کے لئے وقف ہے۔ جس میں آپ ؒ کی تعلیم و تربیت، فضائل و مناقب ریاضت و مجاہدے کا ذکر ہے۔ اسی طرح قطب و غوث کے مرتبے تک پہنچنے کے لئے کس قسم کی تربیت و ریاضت درکار ہوتی ہے اور سرکش نفس امارہ کو کس طرح لگام دینا ہوتا ہے۔ روحانی مسرت کس طرح حاصل ہوتی ہے۔ ایک بندہ اپنے مالک و مولیٰ کا کیوں کر قرب حاصل کر سکتا ہے۔

باب دوم :۔ بلتستان میں شاہ ہمدان کی ورود مسعود کی تفصیلات پر مشتمل ہے کتب و رسائل اور مقامی روایات سے جو تفاصیل دستیاب ہوئے ہیں انہیں یکجا کیا ہے۔ تاکہ شاہ ہمدان کے جہد بلیغ اور انتھک کوششیں واضح ہو جائیں۔ اس ضمن میں ہمیں شاہ ہمدان اور

ان کے رفقائے کار کا ممنون و احسان مند ہونا چاہئے کہ انہوں نے ان دشوار گزار علاقوں میں تشریف لا کر ایمان کی دولت سے لوگوں کو مالا مال کیا۔

باب سوم :۔ اس میں شاہ ہمدان کے تہذیبی اور تاریخی آثار ہیں۔ بلتستان بھر میں شاہ ہمدان کے آثار بکھرے ہوئے ہیں آپ کے آثار اس قدر مقبول اور مشہور ہوئے ہیں کہ چھ سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود آپ کے یہ آثار اور بھی یہاں کے لوگوں میں راسخ ہو گیا ہے اس ضمن میں میں نے یہاں کے معاشرتی زندگی اور آپ کے قائم کردہ چند مساجد اور خانقاہوں کا ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے آثار ان سے کہیں زیادہ ہیں مختصر الفاظ میں یہاں کی اخلاقی' معاشرتی' تمدنی' تہذیبی' ادبی' ثقافتی اور روحانی آثار اتنے گہرے ہیں جن کا مشاہدہ وہی شخص کر سکتا ہے جو کشمیر و بلتستان اور ان کے گردونواح میں گھومے پھرے اور اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ وہاں دین اسلام کی اشاعت آپ کے ہاتھوں نہیں ہوئی یا بہت بعد میں ہوئی۔ اس سلسلے میں ہم نوبراہ' لداخ' لیہ' تبت' گلگت' نگر' استور اور ہنزہ کا نام لے سکتے ہیں۔

باب چہارم :۔ شاہ ہمدان کے مسلک کے بارے میں ہے۔ جسے شاہ ہمدان کا روحانی نظام کا نام دے سکتے ہیں اس سلسلے میں میں نے سلسلہ نور بخشیہ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت شاہ ہمدان کی تعلیمات پر سلسلہ نور بخشیہ ہی عامل ہے۔ نور بخشیوں کو شاہ ہمدان سے بجا طور پر عقیدت ہے۔ میں سلسلہ نور بخشیہ کو تعلیمات شاہ ہمدان کا وارث پاتا ہوں تفصیلات کے لئے باب چہارم ملاحظہ فرمایئے۔

باب پنجم :۔ سلسلہ نور بخشیہ کا تعارف اور عروج و زوال پر مشتمل ہے چونکہ نور بخشی سلسلہ کا شاہ ہمدان سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جس کا اظہار آنے والے اوراق کریں گے۔ اس لئے میں نے سمجھا کہ سلسلہ نور بخشیہ کی مختصر تاریخ بھی بیان کروں تاکہ اس سلسلے کے متعلق شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جائے اور پورے حقائق سامنے آ جائیں۔ آخر میں دوسرے مسلم فرقوں کا بلتستان میں اشاعت کے متعلق تذکرہ شامل کیا ہے تاکہ تاریخ کے اس دھارے کا ریکارڈ محفوظ کیا جائے۔

امید ہے کہ تارکین نور بخشیہ' مذبذبین نور بخشیہ' وابستگان نور بخشیہ اور متوسلین نور بخشیہ اس کتاب سے مستفید ہوں گے۔

کچھ اپنے بارے میں

میرے والد گرامی جناب اخوند محمد حسین (اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے) نے خپلو کے ایک شیعہ عالم دین سید محمد عباس مرحوم و مغفور سے علم حاصل کیا میرے برادر بزرگ غلام حسن صاحب نے دارالعلوم نعیمیہ لاہور سے سند فراغت حاصل کی۔ میرے والد گرامی نے ستمبر ۱۹۷۹ء میں ہدایت کی کہ بیٹا ہمارا مسلک نور بخشیہ ہے سید محمد نور بخش نے فقہ احوط میں اہل قبلہ کو مسلمان قرار دیا ہے۔ لہٰذا اسلام کے تمام فرقے ایک باغ کے مختلف پھول ہیں۔ اب تم مڈل پاس کر چکے ہو۔ تمہیں دینی علوم حاصل کرنا چاہئے۔ جاؤ جس فرقے کے مدرسہ میں داخلہ ملے داخلہ لو اور خوب علم حاصل کرو۔

فقیر نے سر تسلیم خم کیا فوراً کراچی چلا گیا یار لوگوں کو اپنی آمد کا مقصد بتایا تو برادرم محمد اسحاق شہبازی نے دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں داخل کرا دیا۔ یہ میری خوش قسمتی سمجھئے کہ وہاں جدید دور کے مایہ ناز علماء مشرقی و مغربی علوم کے دریا بہا رہے تھے۔ جن میں پروفیسر سید شجاعت علی قادری (مرحوم)، سابق جسٹس وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد پروفیسر منیب الرحمٰن ہزاروی، مولانا جمیل احمد نعیمی، مولانا محمد اقبال نعیمی ریسرچ اور رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف حکومت سندھ، مولانا عبدالجبار نیازی، مولانا ولی اللہ، مولانا محمد ابراہیم فیضی ایم۔ اے، بی۔ ایڈ، اور قاری عبدالرحیم شامل ہیں۔ اندرون و بیرون ملک کے کثیر طلباء ان کے فیض سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ تمام اساتذہ بریلوی مسلک کے پیروکار تھے۔ نہایت شفیق، مہربان اور محنتی تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

راقم نے اسی ادارے میں رہ کر مارچ ۱۹۸۶ء تک گریجویشن فاضل عربی اور درس نظامی کے اسناد حاصل کیئے اور فراغت کے بعد بلتستان چلا آیا۔ بلتستان واپسی کے بعد میرے سامنے تین سوالات تھے۔

ا۔ اس خطے میں ۷۸۳ھ ۱۳۸۲ء کو دین اسلام کی اشاعت کا آغاز ہوا۔ وادی سکردو کھرمنگ، شگر وغیرہ میں اثنا عشریہ کی غالب اکثریت ہے جبکہ ہزاروں نوربخشی آبادی بھی ہے۔ یہ مسلک پاکستان میں موجود نہیں۔ یہ بلتستان میں کیوں ہے؟

ب۔ سلسلہ نور بخشیہ کو اس نام سے کیوں پکارا جاتا ہے؟

ج۔ مختلف علاقوں میں خانقاہ شاہ ہمدان سری نگر کی طرز پر خانقاہیں کس نے تعمیر کرائیں؟

ان سوالات پر غور کرنے اور تحقیق کرنے اور ان کا صحیح جواب حاصل کرنے کے لئے میں نے بہت سی کتابیں کھنگالیں۔ بے شمار لوگوں سے ملاقات کی۔ میلوں سفر کیا ذیل میں انہی سوالات کے جوابات نذر قارئین کیا جا رہا ہے جسے میں نے "بلتستان میں آثار شاہ ہمدان" کا نام دیا ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں آقائے سید حمایت حسین نائب پیر نور بخشیہ، اخوند ابراہیم ڈنس، محمد ابراہیم فیضی، آقائے رستم علی انجم، مولوی غلام حیدر مچلو کا ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے راقم کو مواد فراہم کیا۔

میں اپنے بھائی غلام حسن صاحب کا شکریہ ادا نہ کرنا کفران نعمت سمجھتا ہوں۔ جنہوں نے برات لائبریری کا دروازہ راقم کے لئے وا کیا۔ اس میں موجود بیش قیمت مواد راقم کے حوالے کر دیا۔ مسودہ کی تکمیل کے بعد انہوں نے اس پر شروع سے آخر تک عمیق نگاہ ڈالی۔ اس کی تالیف، تدوین اور ترتیب میں قیمتی مشورے دیے۔ مسودے کو جناب آقائے سید علی ہمدانی ایم اے نے مطالعہ کیا ہے اور اپنی قیمتی مشورے سے نوازا، جن کا میں بہت ممنون و مشکور ہوں۔

محمد رضا اخونزادہ

برات لائبریری
برق چھن خپلو ضلع گانچھے

فہرست مضامین

باب اول ۱۶

ذکر شاہ ہمدان

1- ولادت تعلیم و تربیت ۱۷
2- شجرہ نسب "
3- کوہ الوند ۱۸
4- ابو سعید معمر حبشی سے ملاقات "
5- راہ سلوک کی تربیت ۱۹
6- علاؤ الدولہ سمنانی "
7- شیخ علی دوستی "
8- شیخ محمود مزدقانی ۲۰
9- شیخ علاؤالدولہ کی دوبارہ تربیت ۲۲
10- دوبارہ شیخ محمود مزدقانی کی خدمت میں ۲۳
11- شاہ ہمدان کی سیاحت "
12- چند واقعات ۲۴
13- وفات، مرقد انور ۲۷
14- شاہ ہمدان کے شیوخ ۲۸
15- عقیدتمندان شاہ ہمدان ۲۹
16- شاہ ہمدان کے فضائل "

باب دوم ۳۳

شاہ ہمدان کے دینی آثار

1- بلتستان میں پہلی بار آمد ۳۴
2- بلتستان میں مصروفیات ۳۵
3- چینی شہر یارقند کی طرف روانگی ۳۷
4- یارقند میں فرقہ وارانہ پراگندگی "
5- مذہبی ہم آہنگی کی تدبیریں ۳۸
6- متفقہ فیصلہ ۳۹
7- مذہبی رہنماؤں کا جوش و خروش ۴۰
8- کرامت شاہ ہمدان "
9- کوشق کی درخواست ۴۱
10- کوشق کا مناظرہ ۴۲
11- کرامت شاہ ہمدان "
12- کوشق کی شکست ۴۳
13- شاہ ہمدان کی فتح "
14- شاہی فرمان "
15- بلتستان میں دوسری بار آمد ۴۴
16- مریدوں کو ہدایات "
17- عازم سری نگر ۴۵
18- بلتی رسم الخط "اِلے گے" میں ایک چٹان ۴۴

باب سوم ۴۸

شاہ ہمدان کے تہذیبی اور تاریخی آثار ۴۹

1- معاشرتی و تہذیبی آثار ۴۹
2- تاریخی آثار ۵۳
3- جامع مسجد چقچن ۵۳
(ا) وجہ تسمیہ //
(ب) محل وقوع //
(ج) ساخت //
(د) چقچن کا قیام ۵۵
(ر) بانی چقچن ۵۷
(ہ) تعمیر و مرمت ۵۸
(ی) صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کا عطیہ ۶۰
(ے) خطیب و آئمہ //
میر محمد ۶۱
اخوند حسن //
انتظامیہ ۶۲
4- مسجد حضرت میر پھڑوا ۶۳
5- خانقاہ معلی گمبہ سکردو //
6- جمعہ مسجد برق چھن ۶۴
7- مسجد کھری ڈونگ شگر ۶۵
8- مسجد بھہ برونجی " ۶۶
9- مسجد ابوڑک " //
10- خانقاہ ہمدانیہ سری نگر ۶۷
11- شاہ ہمدان کے آثار ۷۲
12- برق چھن ری ۷۳
13- عصا کا نشان ۷۴

باب چہارم ۸۱

شاہ ہمدان کا روحانی نظام (مسلک)

1- گروہ اول ۸۳
2- گروہ ثانی ۸۴
3- گروہ ثالث //
4- میر محمد ہمدانی کا بیان ۸۵
5- شاہ ہمدان کا بیان ۸۷

باب پنجم ۹۱

روحانی آثار //

مسلک نور بخشیہ کی تاریخ اور بلتستان میں فرقہ بندیاں ۹۱

1- سلسلہ عالیہ نور بخشیہ ۹۲
2- سلسلہ نور بخشیہ مختلف ادوار میں //
3- سلسلہ ذہب ۹۵
4- معروفیہ اور معروف کرخی کی سوانح عمری //
5- جنیدیہ اور شیخ جنید کی سوانح عمری ۹۹
6- سہروردیہ اور شیخ ابو نجیب سہروردی کی سوانح ۱۰۱
7- کبرویہ اور شیخ نجم الدین کبریٰ ۱۰۲
8- سلسلہ ہمدانیہ ۱۰۵
9- سلسلہ نور بخشیہ اور میر سید محمد نور بخش ۱۰۷

10- نور بخشیہ کا درخشان ماضی ۱۰۸
11- نور بخشیہ عراقی کے دور میں ۱۱۰
12- عراقی کے معتقدین ۱۱۱
13- الفقہ الاحوط ۱۱۲
14- مرزا حیدر کون؟ ۱۱۳
15- نور بخشی مسلمانوں پر مظالم ، ،
16- کشمیر پر پہلا حملہ ۱۱۴
17- کشمیر پر دوسرا حملہ ،
18- علمائے ہندوستان کا فتویٰ ۱۱۵
19- مرزا حیدر کا اعتراف جرم ۱۱۷
20- جہانگیر کا اعتراف ۱۱۸
21- زوال نور بخشیہ ،
22- مسلم فرقوں کا آمد اور سلسلہ نور بخشیہ کی شکست و ریخت ۱۲۳

باب اول

ذکر شاہ ہمدان

اس باب میں میر سید علی ہمدانی کی تعلیم و تربیت، سیاحت اور فضائل و مناقب بیان ہوئے ہیں۔ یہ باب شاہ ہمدان کی مختصر حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ آپؒ کن بزرگوں کے ہاتھوں عظیم ولی اللہ بنے۔

ولادت تعلیم و تربیت

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ پیر کے روز ۱۲ رجب المرجب ۷۱۴ھ ۲۲ اکتوبر ۱۳۱۴ء کو اسلامی جمہوری ایران کے مشہور صوبہ ہمدان میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد گرامی شہاب الدین اسی صوبے کے گورنر تھے جو اپنی ریاضت، تقویٰ اور خدا ترسی کی بناء پر مشہور تھا۔

شجرہ نسب

آپ حسینی سادات میں سے تھے (۱) آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے سید علی ہمدانی ابن سید شہاب الدین بن محمد بن علی بن یوسف بن شرف بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن محمد بن حسین بن جعفر الحجۃ بن عبداللہ بن زاہد الحسن بن علی زین العابدین بن حسین الشہید بن علی (۲)

رسالہ مستورات کے حوالے سے پروفیسر عبدالرحمٰن ہمدانی تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ نظام الدین یحییٰ النوری الخراسانی (متوفی ۷۵۲ھ) نے آپ کی ولادت کی رات دیکھا کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس شاہ ہمدان کے گھر جا رہے ہیں۔ ہاتھوں میں کپڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آج اس گھر میں ایک بیٹا پیدا ہو گا جو بہت بلند مرتبے پر فائز ہو گا یہ کپڑے ان کو تبرک کے طور پر لے جا رہے ہیں۔ (۳)

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ فاطمہ تھیں جو حضرت امام حسین کی اولاد میں سے تھیں

(۴)

کوہ الوند

ہمدان ایک قدیم شہر ہے اور ایران کے صوبہ ہمدان کا دارالحکومت بھی ہے۔ ہمدان کے شمال میں کوہ الوند نامی پہاڑ ہے یہ پہاڑ اپنے دامن میں چار سو بندگان خدا کو خاصان خدا میں تبدیل کر چکا ہے۔ یہ پہاڑ ابدال اقطاب اور اغواث سے کبھی خالی نہ رہا۔ (۵)

سید علی ہمدانی کے ماموں سید علاؤالدولہ سمنانی (متوفی ۷۳۶ ھ) اپنے وقت کے بڑے ولی اللہ تھے۔ انہوں نے ۱۳۰ چلہ کاٹے (۶) جب سید علی ہمدانی کوہ الوند پر جاتے تو اپنے ماموں کو ذکر الٰہی میں مصروف پاتے اور اللہ کے نعروں سے کوہ الوند وجد میں آتا۔ سید علی ہمدانی بھی اپنے ماموں کے حلقہ ذکر میں شامل ہوتے اور ذکر الٰہی کی لذتوں سے مسرور ہوتے۔ کبھی کبھار دوسرے پہاڑوں پر جاتے اور تن تنہا اللہ کا ورد کرتے اور خود کو بادلوں میں محو پرواز دیکھتے (۶)

ابوسعید معمر حبشی سے ملاقات

سید علی ہمدانی کے والد گرامی ہمدان کا گورنر تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت کا بڑے پیانے پر اہتمام کر رکھا تھا۔ مذہبی روحانی تعلیم کے علاوہ فنون سپہ گری، نیزہ بازی، تلوار زنی، اور تیراندازی کے لئے بڑے بڑے اتالیق مقرر کئے گئے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سید علی ہمدانی اپنے فنون سپہ گری کے استاد کے ہمراہ تیراندازی کے لئے محل سے باہر گئے۔ ایک جھاڑی میں درخت پر خوبصورت پرندہ بیٹھا نظر آیا۔ استاد نے تیر دیتے ہوئے کہا کہ اسے شکار کرو۔ آپ نے تیر چلا دیا پرندہ زخمی ہو کر زمین پر آگرا۔ آپ نے اسے پکڑنا چاہا مگر وہ جھاڑی میں گھس گیا آپ پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑے اور پرندہ آگے بھاگ نکلا۔ یہاں تک پرندے کا پیچھا کرتے کرتے استاد نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ پرندہ ایک غار میں داخل ہوا اتنے میں آپ کے والد بزرگوار اپنے رفیقوں کے ساتھ شکار سے واپس آتے ہوئے وہاں آپہنچے انہوں نے آپ کو یہاں تنہا پایا۔ آپ نے انہیں اپنے واقعے سے آگاہ کیا۔ پھر دونوں غار کے اندر چلے گئے۔ اندر ایک

سفید باریش بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ جب دونوں باپ بیٹے اندر داخل ہوئے تو بزرگ نے اسے بشارت رسول کہہ کر پکارا اور مہمانوں کی خوب تواضع کی۔ سید شہاب الدین نے کہا اے بزرگ بشارت رسول سے کیا مطلب ہے؟

مرد بزرگ اپنا تعارف کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے۔ کہ میرا نام شیخ ابو سعید ہے میں حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ سے پہلے پیدا ہوا تھا۔ میں نے طویل عمر پائی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے والدین حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ کی شادی کے موقع پر مکہ مکرمہ میں موجود تھا۔ میں نے خلفائے راشدین کا زمانہ دیکھا۔ میں نے حسین بن علی کے ساتھ کوفیوں کی غداری دیکھی ہے۔ روضہ ء رسول کی زیارت کے دوران خواب میں رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک دس سال لڑکا ایک پرندے کا تعاقب کرتے ہوئے تمہارے پاس آئے گا وہ میری اولاد میں سے ہو گا تم اسے تربیت دو۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ واقعہ کب ہو گا؟۔ فرمایا میری ہجرت سے ۷۱۳ سال بعد وہ ستارہ عراق کا شہر ہمدان سے طلوع ہو گا۔ میں نے پوچھا ان کا کیا نام ہو گا؟ ارشاد ہوا کہ علی ہمدانی۔

شیخ ابوالسعید نے اپنا خرقہ سید علی ہمدانی کے کندھوں پر ڈالتے ہوئے فرمایا! میرے فرزند یہ خرقہ اس امر کی سند ہے کہ تجھ سے ہمدان کی حکومت و امارت واپس لی جاتی ہے اور آٹھویں صدی کی روحانی حکومت تیرے سپرد کی جاتی ہے۔ سید شہاب الدین اپنے بیٹے کو واپس محل لے آیا' اور سید علاؤالدولہ سمنانی نے فرمایا کہ آج تک یہ آپ کا شاگرد تھا آج کے بعد اسے روحانی تعلیم و تربیت کے لئے آپ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ (۷)

راہ سلوک کی تربیت

علاؤالدولہ سمنانی (متوفی ۷۳۶ ھ) حضرت شاہ ہمدان کے ماموں تھے۔ انہوں نے آپ کو سب سے پہلے قرآن شریف حفظ کروایا۔ دینی و شرعی تعلیم دی۔ اور راہ سلوک کے طریقوں سے روشناس کرایا۔ (۸) پھر انہوں نے آپ کا ہاتھ شیخ تقی الدین ابوالبرکات رضی علی دوستی (متوفی ۷۳۴ ھ) کے ہاتھ میں دے دیا۔ دوستی علاؤالدولہ سمنانی کے قابل اعتماد مرید تھے۔ میر سید علی ہمدانی شیخ علی کی خدمت میں بارہ سال رہے۔ شیخ علی

دوستی ذکر الٰہی میں سر ہلایا کرتے تھے۔ سید علی ہمدانی کو تعجب ہوا اور پوچھا کہ سر ہلانے کا کیا مطلب ہے؟ شیخ نے جواب دیا کہ ذکر الٰہی کر رہا ہوں۔ سید علی ہمدانی نے جواب دیا کہ میں سر ہلائے بغیر بادلوں تک جا سکتا ہوں اس پر شیخ نے جواب دیا کہ بادلوں تک کوے اور چڑیاں بھی جا سکتے ہیں۔ ہمارا مقصود یہ ہے کہ عرش بریں تک جانے کے راستوں کی معلومات حاصل کرے۔ آؤ میرے ساتھ ذکر الٰہی میں شریک ہوں جب سید علی ہمدانی آواز سے آواز ملا کر ذکر کرنے لگے تو انہیں ایسا محسوس ہوا کہ سورج ان کے سر پر آ گیا ہے۔ شیخ علی نے کہا کہ علاؤ الدولہ ذکر کے دوران سورج کو دونوں ہاتھوں سے تھامے رکھتے تھے۔ تاکہ آپ ان رنگ برنگے بادلوں میں گھومتے رہیں۔ اب آپ کو چاہئے کہ خود سورج کو تھامنے کی کوشش کرو اس مقصد کے حصول کے لئے میرے نقش قدم کے بجائے خود اپنا راستہ بنا لو یہ راستہ ان خوش نصیبوں کو مل سکے گا جن کی رہنمائی خود رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمائی۔ شیخ علی نے آپ کو درود پڑھنے کا حکم دیا۔ (۹)

راہ سلوک میں ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دن تک کھائے پئے بغیر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اور بکثرت درود پڑھتے تھے ایک دن اچانک انہیں یہ محسوس ہوا کہ مسجد کی چھت اڑ گئی ہے اور حضور سرور کائناتؐ ایک خوبصورت تخت پر تشریف فرما ہیں آپ وہاں تک جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "فرزند! اس مقام تک آنے کے لئے شیخ محمودؒ مزدقانی کی خدمت میں جانا ہو گا"۔ (۱۰)

شیخ محمود مزدقانی

شیخ محمود مزدقانی (متوفی ۷۶۶ ھ) بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ شیخ علی سید علی ہمدانی کو ہمدان سے مزدقان لے آئے جو کہ علاقہ رے (تہران) میں واقع ہے۔ اور شیخ محمود مزدقانی کے حوالہ کر دیئے۔ شیخ محمود نے سید علی ہمدانی سے فرمایا اگر مخدومی کے لئے آئے ہو تو میں سر آنکھوں پر رکھوں گا میرے لئے تمہاری خدمت ایک سعادت سے کم نہ ہو گی اور اگر خدمت گزاری کے لئے آئے ہو تو خانقاہ کی صفائی کے لئے ایک سیاہ فام غلام موجود ہے تمہیں اس کے جوتوں کی صفائی کرنی ہو گی تاکہ منزل مراد تک پہنچ سکے۔ (۱۱)

اس کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ سید علی ہمدانی ایک گورنر کے چشم و چراغ تھے ان کے

خاندان میں غلاموں اور خادموں کی کمی نہ تھی۔ ایسے لوگ بہت مغرور ہوا کرتے ہیں سید کے مغرور و متکبر اور سرکش نفس کو توڑنے کے لئے شیخ نے یہ کام کروایا۔ سید اس مرحلے میں کامیاب رہا اور شیخ محمود نے انہیں اپنے مریدوں میں شامل کر لیا۔ (۱۲)

مزدقان میں خانقاہ شیخ محمود مزدقانی میں ایک کچا کنواں اب بھی ہے۔ جہاں اولیاء کرام اپنی کمر اور ہاتھوں کو لوہے کی زنجیر سے باندھ کر لٹک جاتے اور صرف خدا کی طرف توجہ رکھتے تھے۔ شیخ محمود مزدقانی سید علی ہمدانی کو چاہ زندان میں ڈال کر تین مہینے کے دورے پر روانہ ہو گئے۔ شیخ کے مریدوں نے کنواں سے سید کی مناجات یوں سنا کرتے تھے۔

الا ایها المامول فی کل حاجتہ!!

رجو تک فا کشف ضر ما بی و فاقتی

الا رجائی انت کاشف کربتی

فهب لی ذنوبی و اقضی حاجتی

اے ہر حاجت میں مرکز امید! میں نے تجھ سے لو لگائی ہے پس میری مصیبت اور فاقہ و درویشی کا مداوا کردے اے امیدوں کا مرکز! تو ہی رنج و غم کو دور کرتا ہے۔ میرے گناہ معاف فرما اور میری حاجت پوری فرما۔ (۱۳)

چاہ زندان میں ریاضت کے دوران عشق حقیقی سے اس قدر سرشار ہوئے کہ انہیں یہ احساس نہ رہا کہ کنویں سے باہر چاند گزر رہا ہے یا سورج۔ جب شیخ سفر سے واپس آئے اور سید کو کنواں سے نکالا پھر ارشاد فرمایا۔ یا سید! ابھی نفس امارہ کو مارنے کا عمل باقی ہے ابھی تک ہمدان کی بادشاہت اس درویشانہ زندگی میں چھپی ہوئی ہے۔ لہٰذا آج سے خانقاہ کی جاروب کشی کیا کرو۔ پھر درویشوں اور فقراء کے لئے پانی لانے کا کام بھی کروائے سید علی ہمدانی ان دونوں آزمائشوں سے بھی سرخرو ہوئے۔ (۱۴)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ فقراء کے لئے پانی لانے پر مامور تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا آپ پانی کی تلاش میں نکلے چونکہ افطاری سے قبل پانی پہنچانا تھا آپ بڑی سرگرمی سے پانی تلاش کرتے رہے۔ آخر ایک چٹان پر پانی نظر آیا مشکیزہ بھرا اور چل دیے۔ روزہ اور نقاہت کے باوجود آپ تیز تیز قدم چل رہے تھے کہ آپ گر کر زخمی ہو گئے اور سارا پانی

بہہ گیا فوراً مشکیزہ اٹھا کر واپس پلٹا پانی بھر لیا اور واپس ہوئے اتفاق سے اس جگہ پھر ٹھوکر کھائی جہاں پہلے گر پڑا تھا اور سارا پانی بہہ گیا تیسری بار پھر پانی لے آئے۔ پڑاؤ پر پہنچنے سے قبل ایک جھاڑی میں الجھ گئے اور سارا پانی بہہ گیا اور آپ زخمی ہو کر لہولہان ہو گئے۔ چوتھی بار پانی لے کر گئے اس وقت مغرب کی اذان ہو رہی تھی شیخ نے ارشاد فرمایا آؤ سید آپ کو گوہر نایاب مل گئی ہے آج میں تمہاری امامت میں نماز پڑھتا ہوں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس نماز میں جو اسرار منکشف ہوئی وہ چاہ زندان میں ہزار سال عبادت سے زیادہ بہتر تھیں شیخ نے سینے سے لگا کر روحانی اسرار و رموز سے انہیں آگاہ کیا۔ (۱۵)

پھر شیخ نے آپ کو ایک خلوت خانہ میں بٹھا دیا ایک خادم چپکے سے کھانا پانی رکھ کر چلا جاتا۔ مسلسل چھ سال ریاضت و تربیت پانے کے بعد ایک روز شیخ محمود مزدقانی خلوت خانہ میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ مبارک ہو آج کے بعد میرا کام ختم ہے۔ کل ہمدان جا کر شیخ علی سے ضرور ملنا اور ان سے تربیت لینا۔ (۱۶)

شیخ علی کی دوبارہ تربیت

شیخ علی اپنے مریدوں کی نفسانی خواہشات کو کچلنے کے لئے اکثر جسمانی تربیت دیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ اپنے مریدوں کو مختلف جسمانی مشقت کا کام سونپا کرتے تھے۔ جب سید علی ہمدانی دوبارہ شیخ علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین مہینے تک مسلسل کام میں مصروف رہے شیخ علی نے ایک چٹان سے پتھروں کو ہٹانے کا حکم دے دیا۔ پھر اسی پتھر کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

ایک روز سید علی ہمدانی نے سوچا کہ شیخ خواہ مخواہ یہ فضول کام کیوں کرواتے ہیں؟۔ انہوں نے اس کے متعلق اپنے پیر سے استفسار کیا۔ اس بات پر شیخ علی آگ بگولہ ہو گئے۔ انہوں نے جوتے اتار کر اس زور سے سید کے پشت پر مارا کہ پشت پر گہرا زخم آیا۔ جس کا نشان وصال تک موجود تھا۔ (۱۷)

پیر نے فرمایا ارے! اس محنت کا بہت فائدہ ہے۔ اس سے پیر کو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مرید اپنے نفس کو کہاں تک مار چکا ہے۔ سید علی ہمدانی نے معافی مانگ لی۔ مسلسل

ایک سال جسمانی مشقت کا کام کرنے کے بعد ایک روز شیخ علی نے ارشاد فرمایا کہ میرا کام ختم ہوا ہے کل مذدقان جا کر شیخ محمود مذدقانی کی خدمت میں دوبارہ حاضری دینا۔

دوبارہ شیخ محمود مذدقانی کی خدمت میں

سید علی ہمدانی واپس مذدقان (رے) میں شیخ محمود مزدقانی کی خدمت میں آئے۔ شیخ نے فرمایا۔ سید! تمہاری خانقاہی تربیت ختم ہو گئی ہے۔ اب روئے زمین تمہاری خانقاہ ہے۔ دنیا کی سیروسیاحت کرو۔ تربیت کے بارے میں جناب پروفیسر محمد طیب (سری نگر) کشمیر تحریر فرماتے ہیں۔ آپؒ کی ولادت کا زمانہ سلسلہ کبرویہ کے مشہور سرحلقہ شیخ رکن الدین عبدالرحمٰن سفرائنی، شیخ احمد ذاکرجورجانی اور سید علاؤالدولہ سمنانی کی تربیت سے وہ نور (امیر کبیر) روشن ہوا۔ (۱۸) ان سطور سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیم و تربیت کبرویہ بزرگوں کے ہاتھوں انجام پائی۔ تربیت کے بعد آپ سیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور ۲۲ سال تک اس وقت کی مشہور اسلامی دنیا کی سیاحت میں مصروف رہے۔ اس دوران آپ نے ہزاروں مشائخ سے فیض حاصل کی اور لاکھوں بندگان خدا کو فیض پہنچائی۔

شاہ ہمدان کی سیاحت

میر سید علی ہمدانی اپنے مرشد سے تربیت لینے کے بعد دنیا کی سیاحت کے لئے نکلے۔ سیاحت کے دوران انہوں نے مختلف اسلامی ممالک کے علاوہ غیر مسلم علاقوں میں بھی دورے کیے۔ دوران سفر انہوں نے بہت سی تکلیفیں جھیلیں۔ یخ بستہ ہواؤں، لق ودق صحراؤں، تپتے ریگستانوں، برفانی پہاڑوں، خوفناک جنگلوں سے واسطہ پڑا مگر آپ کے قدم مبارک نے لغزش نہ کھائی۔

آپ تین بار دنیا کی سیاحت کے لئے نکلے۔ کشمیر سے تین بار، بلتستان سے دو بار گزرے آپ اپنے سفر میں مندرجہ ذیل علاقوں اور ممالک سے گزرے ہیں۔

مذدقان، رے، بلخ، بخارا، بدخشان، ختا (شمالی چین) یزد، ختلان (تاجکستان) شام، حجاز، بغداد، ماوراالنہر، شیراز، اردبیل، مشہد، دمشق، سراندیپ (سری لنکا)، ترکستان، کاشغر، یارقند، لداخ، بلتستان، سکردو، حرمین شریفین، سری نگر، پکھلی۔

ان سفروں کے دوران آپ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں اگر ان کو یکجا کیا جائے تو ایک کتاب تیار ہو گی۔ آپ اپنے سفر میں لوگوں سے نہ صرف وعظ و نصیحت کرتے بلکہ ضرورت پڑنے پر لاماؤں' جادوگروں سے کرامات دکھانے کا عملی مظاہرہ بھی کرتے تھے۔ آپ ہر مقابلہ' ہر مشکل میں سرخرو رہے۔ کشمیر' بلتستان میں آپ مبلغ اول مانے جاتے ہیں۔ ان علاقوں کے لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ جہاں سے آپ کا گزر ہوا وہاں آپ نے اپنی آمد کی یادگار چھوڑی۔ خانقاہ معلی شاہ ہمدان سری نگر' خانقاہ گمبہ سکردو' شگر کی امبوڑک' بھہ برونجی ' چقچن' پھڑوا کی مسجد حضرت میر سید علی ہمدانی کی یادگار ہیں۔ ان مساجد سے خیر و برکت' فوزوفلاح حاصل ہو جاتی ہے۔ خانقاہ معلیٰ چقچن کی کرامات اور فیضان کو اگر یکجا کیا جائے تو ایک دفتر کی ضرورت ہو گی۔

تبلیغی دوروں میں آپ نے لوگوں کے علاوہ سلاطین کو کھلی دعوت اسلام دی اور انہیں حلقہ بگوش اسلام کر دیا۔ دور دراز سفروں میں آپ تنہا نہ تھے بلکہ آپ کے ساتھ صوفیوں کی ایک جم غفیر ہرکاب ہوتے تھے۔ شاہ ہمدان انہیں مختلف ملکوں اور علاقوں میں امامت' خطابت کی ذمہ داریاں سونپتے تھے۔ انہیں مقامی زبان میں اخوند کہتے ہیں بلتستان بھر میں اخوند خاندان کی اولاد پھیلی ہوئی ہے لوگ ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ آج بھی مقامی اخوند امامت' خطابت کے علاوہ دیگر مذہبی رسوم کی ادائیگی کے لئے رہنمائی کرتے ہیں۔

NYF Pakistan

سیاحت کے دوران چند واقعات

پروفیسر عبدالرحمٰن ہمدانی "سالار عجم" میں اسراریہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ "جب میں بارھویں بار حج کے لئے مدینہ منورہ پہنچا۔ حضور اکرمؐ کے روضہ پاک کی زیارت کی آپ کو تحیہ و سلام پیش کیا اور آپؐ نے جواب مرحمت فرمایا" پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضور سامنے تشریف فرما ہیں صحابہ کرام بھی ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں مجھے مجلس میں طلب کیا اور مجھے چار سو کلمات پر مشتمل ایک کاغذ عطا کیا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: اے علی! ان اوراد کو اسی ترتیب سے پڑھا کرو آپ نے اس مجموعے کا نام اوراد فتحیہ رکھا۔ آپ فرماتے ہیں "میں نے اس وظیفے سے بہت نفع حاصل کیا۔" (۱۹)

جناب کلیم اختر لکھتے ہیں۔

سری نگر کے جس محلے میں حضرت شاہ ہمدان نے قیام فرمایا۔ اس جگہ ایک جادوگر برہمن رہائش پذیر تھا۔ جس کے قبضے میں ایک بڑا صنم خانہ تھا۔ جسے راجہ پورستین نے چھ لاکھ اشرفیاں خرچ کر کے تعمیر کرایا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے امیر کبیر کی آمد سے قبل اس برہمن جادوگر نے پیش گوئی کی تھی کہ وادی میں ایک بزرگ آنے والا ہے۔ جس سے شرک اور کفر ختم ہو جائے گا۔

جب امیر کبیر سید علی ہمدانی وارد کشمیر ہوئے تو اس جادوگر کو پتہ چل گیا۔ اور آپ کو پیغام بھجوایا کہ براہ کرم یہاں سے چلے جائیں اور میری روزی پر لات نہ ماریں۔ شاہ ہمدان نے اس بات کو اپنے لئے ایک چیلنج سمجھا اور اس سے مناظرہ و مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو جادوگر برہمن اڑ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے اس کمال پر سلطان اور عوام حیران رہ گئے۔

حضرت امیر کبیر نے اپنے مرید سید کبیرالدین کو پاس بلایا اور جوتے قریب کرنے کو کہا۔ آپ نے جوتوں کو اشارہ کیا جو فضا میں پرواز کر گئے اور نظروں سے اوجھل ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد لوگ حیران ہوئے کہ برہمن نیچے اتر رہا ہے اور جوتیاں اس کے سر پر برس رہی ہیں۔ یوں برہمن نے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیا۔ جب بت خانہ میں سب سے بڑا بت توڑا گیا تو اس کے اندر سے دھاگہ میں لپٹا ہوا ایک تعویذ نکلا جو بھوج پتر پر لکھا ہوا تھا۔ جب تعویذ کھولا گیا تو اس پر کلمہ طیبہ جلی حروف میں لکھا ہوا پایا گیا۔ یہ کرامت دیکھ کر جادوگر نے کلمہ پڑھا اور اس کے سمیت تمام حواری مسلمان ہو گئے۔ (۲۰)

حضرت امیر کی کرامات محیرالعقول ہیں۔ سابقہ انبیاء کی طرح آپ ہر ناممکن کو ممکن بنا سکتے تھے۔ انہیں ہروقت تائید خداوندی حاصل تھی۔ آپ کے ان کرامات کو دیکھ کر موجودہ دور کے انسان دنگ رہ جاتے ہیں۔

شیخ محمد اسماعیل ساحلی لکھتے ہیں کہ

بادشاہ کشمیر سلطان قطب الدین نے ایک روز نماز عصر کے بعد حضرت امیر کبیرؒ سے پوچھا کہ حدیث نبوی میں مروی ہے کہ جو شخص نبی کریم پر درود و سلام بھیجتا ہے کوئی فرشتہ درود و سلام کو آنحضرتؐ کے روضہ مقدس پر پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ

فلاں شخص نے فلاں ملک سے یہ درود و سلام بھیجا ہے۔ آنحضرتؑ درود پڑھنے والے کو اسی وقت جواب دے دیتے ہیں۔ درج بالا حدیث مجھ جیسا کوتاہ دلوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے تنگ دل میں یہ بات نہیں سما سکتی کہ آنحضرتؑ اپنی امت کے بے شمار لوگوں کو ایک ہی وقت میں تمام علاقوں میں درود و سلام کا جواب دے سکتے ہیں جبکہ درود و سلام کسی لمحہ کے بغیر دن رات بھیجے جاتے ہیں۔

حضرت امیر کبیر قدس سرہ فرمانے لگے کہ اس سوال کا جواب عشاء کے وقت دیا جائے گا۔ اس کے بعد حضرت امیر کبیرؒ نے نماز مغرب سے پہلے اعلان کر دیا کہ جس کسی کو "میں بادشاہ اور دو تین خادموں کے لئے دعوت دینے کا تمنا ہو انہیں اجازت ہے اور ہم ان کی دعوت کو قبول کریں گے۔ لیکن دو شرائط ہونگے۔

اول :۔ کہ نماز مغرب کے بعد سب اپنے اپنے گھروں میں چلے جائیں اور ہمیں دعوت کھلانے کے بعد واپس خانقاہ آ جائیں۔

دوم :۔ کہ اپنے گھر میں جو کچھ حاضر ہے اسی سے ہمارے لئے کھانا تیار کریں

پس آنحضرتؑ کے حسب حکم نماز مغرب کے بعد تمام عقیدتمند اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے۔ جس شخص کو حضرت امیر اور بادشاہ کو ضیافت دینے کا ارادہ تھا وہ ایک ایک کر کے خانقاہ میں آیا اور انہیں دعوت دیتا گیا اور وہ دعوت قبول کرتے رہے۔ حضرت امیر ہر ایک کے گھر گئے جو کچھ حاضر تھا تناول فرمایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد دعا فرماتے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت پر مشتمل ایک ایک شعر زبان مبارک سے ادا فرماتے۔ ان اشعار کو آنحضرتؒ کے محرم راز خادم شیخ قوام الدین نعیمی جو کہ آنحضرت کے ہم رکاب تھے نے یادگار کے طور پر حفظ یا تحریر کرتے رہے۔

عشاء کی نماز کے لئے تمام مرید حاضر ہو گئے وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے اور کہتے کہ الحمد للہ آج مجھے فضل الٰہی شامل حال ہوئی چونکہ حضرت امیر سمیت بادشاہ اور خدام ہمارے ہاں تشریف فرما تھے۔ سننے والا دوسرے کی بات کو مسترد کر دیتا اور کہتا کہ جھوٹ مت بولو۔ آنحضرت نے ہمارے ہاں قدوم میمونیت فرمائی تھی چونکہ یہ شعر آنحضرت نے فرمایا ہے اس طرح ایک بولتا دوسرا اس کی بات کو رد کرتا اس طرح خانقاہ میں ایک شور بلند ہوا۔ بادشاہ حیران ہوا کہ ہم تو صرف ایک ہی گھر میں کھانا کھائے تھے مگر اب ۲۱ مرید

دعویٰ کر رہے ہیں کہ انہوں نے کھانا کھلایا ہے۔ پس بادشاہ نے کہا کہ یہ چہ میگوئیاں کیا ہیں؟ کیوں شور بلند ہوا ہے؟ حضرت امیر کبیرؒ نے فرمایا کہ بادشاہ سلامت کو تحقیق کرنا چاہئے کہ اصل معاملہ کیا ہے اور گفتگو کیا ہے؟ ان کے پاس ثبوت کیا ہے؟

چنانچہ سلطان قطب الدین نے تحقیقات کا آغاز کر دیا اور دعویٰ کرنے والوں کے پاس ثبوت کے طور پر موجود تمام اشعار کو جمع کر لیا۔ ان سب کو شیخ قوام الدین خادم کے لکھے ہوئے اشعار سے موازنہ کیا۔ اس طرح ہر ایک کا دعویٰ ثبوت کو پہنچ گیا۔ بادشاہ نے حیران ہو کر حضرت امیرؒ سے دریافت کیا کہ یہ کتنا عجیب معاملہ ہے؟

حضرت امیر قدس سرہ فرمانے لگے کہ یہ بادشاہ کے اس سوال کا جواب ہے جو عصر کے وقت استفسار کیا تھا چونکہ یہ فقیر اس درگاہ رسولؐ کا خاک پائے ہے اس قسم کے کرامات خداوند قدیر کی جانب سے مرحمت اور عطا ہوا ہے کہ ایک ہی وقت میں اکتالیس مریدوں کے ہاں سے ضیافت کھائی۔ ہر ایک کے پاس مختلف المضامین پر مشتمل ایک ایک شعر پڑھا۔ جبکہ اس حبیب اللہ کے لئے تو فرش سے عرش تک ہر چیز مسخر کر دیے گئے ہیں اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ ایک ہی وقت میں ہر درود پڑھنے والوں کو آنحضور جواب دیتے ہیں۔ شب معراج کی رات ایک ہی وقت میں فلک، ملکوت، سات آسمانوں، عرش بریں، جنت و دوزخ کی سیر کی اور آن کی آن میں اپنی بستر پر واپس تشریف ارزانی فرمائی۔ جبکہ بستر مبارک ابھی گرم تھا۔ پس ان تمام اشعار کو جمع کر کے چہل اسرار رسالہ کو تدوین کیا گیا جو بہت مشہور ہے۔ (۲۱)

وفات اور مرقد انوار

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی حاکم پکھلی (ہزارہ) کے ہاں مہمان تھے یکم ذی الحجہ کو آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ چھ ذی الحجہ کی رات تمام عقیدتمندوں کو بلا لیا اور انہیں وصیت کی کہ ہمیشہ حق کے ساتھ رہو اوراد کی ادائیگی میں ثابت قدم رہو اور ہمیں معاف کر دو۔ پھر فرمایا خدا حافظ جاؤ نماز ادا کرو۔ (۲۲)

آخری وقت زبان مبارک پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری تھا۔ ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی یغما کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ کہ خانقاہ معلیٰ سری نگر کے محراب پر یہ رباعی کندہ ہے۔

حضرت شاہ ہمدان کریم! آیہ رحمت زکلام قدیم
گفت د م آخر و تاریخ شد! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آپ کی تاریخ وفات چھ ذی الحجہ ۷۸۶ ھ / ۱۳۶۲ء ہے۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ نعش مبارک کو ختلان (کولاب روس) میں دفن کیا جائے مگر حاکم پکھلی سلطان خضر شاہ اپنی سرزمین میں دفن کرنا چاہتے تھے جبکہ آپ کے مرید ختلان لے جانا چاہتے تھے شیخ قوام الدین نے کہا کہ جو گروہ تابوت کو اٹھا سکے فیصلہ اسی کے حق میں ہو گا۔ چنانچہ سلطان خضر شاہ نے پوری قوت سے تابوت اٹھانے کی کوشش کی مگر نہ اٹھا سکے۔ لیکن آپ کے نامور مرید شیخ قوام الدین نے آسانی سے تابوت کو اٹھا لیا۔ سلطان نے اس فیصلے کو تسلیم کر لیا۔ انہوں نے کئی میل تک تابوت کی مشایعت کی اور واپس ہوئے۔ ختلان تک آپ کی تابوت پر بادل سایہ فگن رہے اور تابوت سے خوشبو مہکتی رہی۔ آپ کی لاش مبارک ماہ صفر ۷۸۷ ھ کو ختلان کولاب، جہاں آپ نے ایک بڑی اراضی کا رقبہ خرید کر اپنی حیات طیبہ میں خانقاہ تعمیر کر رکھا تھا وہاں آپ کا جسد خاکی سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کے بیٹے سید محمد ہمدانی اور شاہ ہمدان کے کئی مرید وہاں مستقل رہنے لگے۔ آپ کا مزار مبارک اب بھی نو آزاد اسلامی مملکت تاجکستان میں موجود ہے۔ آپ کے مزار پر انوار کے ساتھ ایک بڑی عمارت بھی ہے۔ اس عمارت میں انہی کے بیٹے سید محمد ہمدانی اور کئی مرید مدفون ہیں۔ امتداد زمانہ سے یہ عمارت شکست و ریخت کا شکار ہے تاہم اب آزادی کے بعد وہاں کے مسلمان اس کی تعمیر و مرمت اور تزئین و آرائش کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

شاہ ہمدان کے شیوخ

شاہ ہمدان نے اپنے زمانے کے علماء و فضلاء سے بہترین تربیت پائی تھی۔ آپ کے اساتذہ کی فہرست خاصی لمبی ہے تاہم ذیل میں ہم آپ کے ان اساتذہ اور شیوخ کا ذکر کر رہے ہیں جن سے آپ نے خرقہ شیخیت اور خط ارشاد حاصل کیا۔

شیخ محمود مزدقانی، اخی علی دوستی، اخی محمد حافظ، اخی محسن، اخی حسین، شیخ جبریل ا کرکزی، شیخ خالد، شیخ ابوبکر طوسی، شیخ نظام الدین غوری، شیخ شرف الدین درکزی، شیخ اشیر الدین، شیخ نجم الدین ہمدانی، شیخ محسن الدین لنکاہی، شیخ محمد اذکانی، شیخ محمد مرشید، شیخ عبداللہ

اصطری، شیخ علی مصری، شیخ شرف منیری، رضی الدین اخی عوض، علاف شیخ مراداکر مدوری، شیخ عمر برکانی، شیخ عبداللہ اسفال، شیخ ابوبکر ابو حربہ، شیخ بہاؤ الدین لمکندی، شیخ عزالدین خطائی، شیخ برہان الدین ساغری، شیخ سعید حبشی، شیخ زین الدین محمد المربی، شیخ ابوالقاسم نحوی، شیخ عبداللہ مجذوب، شیخ محمد محمود مجذوب، شیخ حسن بن مسلم (۲۴)

عقید تمندان شاہ ہمدان

شاہ ہمدان سے لاکھوں افراد نے فیض و برکات حاصل کیں۔ صرف کشمیر میں ۳۷ ہزار مسلمان آپ کے ہاتھوں مشرف با سلام ہوئے۔ بلتستان اور ترکستان کے لاکھوں باشندے بھی آپ کے ہاتھوں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ ربع مسکون کی سیاحت اور حج بیت اللہ کے موقعوں پر استفادہ کرنے والوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ مندرجہ ذیل حکمرانان وقت آپ کے مریدوں میں شامل ہونے کا اعزاز رکھتے تھے۔

۱۔ کشمیر کے	سلطان قطب الدین
۲۔ ہندوستان کے	فیروز شاہ تغلق
۳۔ پکھلی (ہزارہ) کے	علی الدین
۴۔ بدخشان کے	بہرام شاہ
۵۔ بلخ کے	سلطان محمد شاہ
۶۔ سکردو کے	غوطہ چونگے
۷۔ خپلو کے	راجہ مقیم خان
۸۔ شگر کے	غوری تھم
۹۔ ہرات کے	غیاث الدین
۱۰۔ کنار کے	خضر شاہ

شاہ ہمدان کے فضائل و مناقب

آپ کی شخصیت ہمہ گیر ہے۔ آپ کی تعلیمات تمام مسلمانوں کے لئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ولی اللہ، دانشور اور علماء آپ سے متاثر نظر آتے ہیں۔ شیخ یعقوب صرفی

کشمیری کے حوالے سے ڈاکٹر محمد ریاض تحریر فرماتے ہیں۔

ہچو علی دانش ربانشیں | زاں لقب آمد "علی ثانیش"
چوں بہ علی نسبتش آمد تمام | ہم بہ حسب ہم بہ نسب ہم بہ نام
ازرہ تعظیم بناشد عجب | گر "علی ثانیش" آمد لقب
ظاہر ازو سر علی ولی | بل ھو سر لابیہ العلی
ھست برین نکتہ دلیل قبول | "الولد سر" بقول رسول (۲۳)

سید محمد نوربخش آپ کی شان میں رقمطراز ہیں۔

دگر شیخ شیم کہ او سید است | علی نام والوندی مولداست
بگشت او جہانرا سراسر سہ بار | بدید اولیا چار صد باہزار
نہ بودست پنجاہ سال اختیار | بجائی ز منعم زہی مددگار (۲۴)

-حواشی-

(۱) حضرت میر سید علی ہمدانی ص ۵
(۲) خلاصۃ المناقب ص ۳
(۳) سالار عجم ص ۴
(۴) تذکرہ شاہ ہمدان ص ۹
(۵) سالار عجم ص ۱
(۶) ایضاً صفحہ ۵
(۷) خلاصۃ المناقب ص ۴۔
(۸) رسول کا سفیر
(۹) سالار عجم صفحہ ۵۔
(۱۰) رسول کا سفیر
(۱۱) خلاصۃ مناقب صفحہ ۵
(۱۲) ایضاً
(۱۳) خلاصۃ المناقب ص ۵
(۱۴) سالار عجم ص ۸
(۱۵) میر سید علی ہمدانی صفحہ ۹
(۱۶) رسول کا سفیر صفحہ
(۱۷) ایضاً
(۱۸) اقبالیات صفحہ ۲۲
(۱۹) ماہنامہ شہہ رگ پاکستان صفحہ ۶۵
(۲۰) سالار عجم صفحہ ۱۱۔
(۲۱) ذکر شاہ ہمدان صفحہ ۵۴۔
(۲۲) تذکرہ شاہ ہمدان صفحہ ۲۵۔
(۲۳) تذکرہ شاہ ہمدان صفحہ ۳۸۔

(۲۴) خلاصۃ المناقب
(۲۵) احوال و آثار و اشعار میر سید علی ہمدانی صفحہ ۴
(۲۶) صحیفۃ الاولیا صفحہ ۲

باب دوم

شاہ ہمدان کے دینی آثار

اس باب میں شاہ ہمدان کی بلتستان میں آمد، تبلیغی سرگرمیاں ترکستان میں مصروفیات اور لاما کو شوق سے دلچسپ مناظرہ کا تذکرہ ہے۔ جسے میں نے تاریخی حوالوں سے ترتیب دیا ہے۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے یہاں سو فیصد مسلمان ہیں۔

بلتستان میں پہلی بار آمد

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ ۷۷۴ھ ۱۳۷۳ء کو پہلی بار کشمیر میں وارد ہوئے۔ اس وقت کشمیر میں سلطان شہاب الدین کی حکومت تھی۔ دوسری بار آپ ۷۸۱ھ ۱۳۷۰ء میں پہنچے۔ اس وقت وہاں سلطان شہاب الدین کا بھائی قطب الدین حکمران تھا۔ سلطان نے محلہ علاؤالدین پورہ میں دریا کے کنارے ایک صفہ تعمیر کرائی جہاں آپ پانچ وقت کی نماز ادا کرتے تھے۔ اس جگہ کو آپ نے تبلیغی مشن کا مرکز بنا دیا۔

کشمیر میں اڑھائی سال رہ کر ۷۸۳ھ کو سری نگر سے سیدھے بلتستان کا صدر مقام سکردو پہنچے۔ اس وقت سکردو میں غوطہ چونگے، خپلو میں مقیم خان، شگر میں غوری تھم برسراقتدار تھے۔

آپ کی آمد زادالخبان کے مصنف میر نجم الدین ثاقب یوں لکھتے ہیں۔

بعد مقیم خان شاہ سلینگ زہجرت دو میم ویک ذال و جیم

راجہ مقیم خان والی سلینگ (خپلو) کا عہد تھا ۷۸۳ ہجری سال تھا۔

طلوع شد خورشید اسلام ہمیں علی ثانی آمد زفضل کریم

کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے علی ثانی یہاں وارد ہوئے اور آفتاب اسلام طلوع ہوا۔

زکشمیر بہ تبت رسید آں ولی بدستش عصا بود برپہ گلیم (۱)

یہ ولی اللہ کشمیر سے تبت (بلتستان) پہنچے ان کے ہاتھ میں عصا اور جسم پر گلیم (خرقہ) تھا۔ فاصل مصنف میر ثاقب فصل الخطاب نامی کتاب کے حوالے سے شاہ ہمدان

کے ورودِ مسعود کو مزید واضح کرتے ہیں۔

بعد مقیم خان شجاعت پلنگ! علی ثانی آمد بسال نہنگ۔

مقیم خان راجہ سلینگ (چپلو) کے عہد حکومت میں جو سال نہنگ تھا علی ثانی یہاں آئے۔

بہ ہشتاد و سہ بود ہشتم صدی ز کشمیر بہ تبت رسیداں ولی (۲)

ہجرت کی ۷۸۳ھ سال تھی یہ ولی اللہ کشمیر سے تبت (بلتستان) وارد ہوئے۔

بلتستان میں مصروفیات

آپ نے سکردو کے باشندوں کو دعوت اسلام دی۔ لوگوں کی بڑی تعداد نے آپ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ ازاں بعد کھری ڈونگ، گمبہ سکردو اور حسین آباد کے مشہور علاقوں میں اسلامی مراکز اور جمعہ و جماعت قائم کیے۔ بلتستان کے مشہور محقق محمد یوسف حسین آبادی تحریر فرماتے ہیں "آپؒ نے اس سرزمین پر پہلی مسجد قائم کر لی۔ جسے مسجد کھری ڈونگ کہلاتا ہے اس کے بعد گمبہ سکردو میں ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی جسے خانقاہ معلی گمبہ سکردو کہلاتا ہے۔ خانقاہ معلی گمبہ سکردو میں ۱۸۸۵ء تک جمعہ باجماعت قائم تھی" (۳)

اس اقتباس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ خانقاہ معلی گمبہ سکردو کی بنیاد حضرت امیر کبیر نے نصب کی تھی جبکہ مسجد کھڑی ڈونگ کو بلتستان کی سرزمین پر پہلی مسجد ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ سکردو کے باشندوں کو اسلام کے دائرے میں داخل کرنے کے بعد آپ علاقہ شگر تشریف لے گئے جہاں آپ نے دین اسلام کی تبلیغ کی اور شگر خاص میں مسجد امبوڑک اور مسجد چھ برونجی کی بنیاد رکھی۔ فارغ اوقات میں تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔

سلیم خان گمی لکھتے ہیں۔

شگر میں آپ نے ذخیرۃ الملوک، مودۃ القربیٰ اور دعوات الصوفیہ مرتب کر لی (۴)

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شہرۂ آفاق تصانیف ذخیرۃ الملوک، مودۃ القربیٰ اور دعوات الصوفیہ بلتستان کی سرزمین شگر میں مکمل کی۔ مولوی حشمت اللہ خان مصنف تاریخ جموں نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بعد ازاں شگر کے قریہ قریہ گلی گلی کو نور اسلام سے

منور کرنے کے بعد علاقہ تھلے (Thalay) میں وارد ہوئے۔ یہ علاقہ کئی قصبات پر مشتمل ہے یہاں کی وادیوں میں اسلام کی شمعیں فروزاں کرنے کے بعد آپ پھر خپلو تشریف لائے۔ لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے ہوئے چھتچن پہنچے۔ جہاں بدھ مت کی ایک خانقاہ (مندر) تھی۔ آپ نے وہاں کے لاماؤں اور پجاریوں کو اسلام کی دعوت دی۔ خپلو کے اکثر لوگوں کو اسلام کے دائرے میں لانے کے بعد چھوربٹ (Choorbat) چلے گئے۔ چھوڑبٹ بیسیوں قصبات پر مشتمل ہے۔ یہاں آپ نالہ چولونگ (Choolong Pass) کے ذریعے علاقہ سلتورو (Saltoroo) وارد ہوئے جو سات قصبات پر مشتمل ہے۔ یہاں کے لوگوں کو حلقہء اسلام میں لانے کے بعد کندوس (Kondoos) کی وادی سے سیالا اور سیاچن گلیشر کو عبور کر کے چینی یارقند وارد ہوئے۔ ان علاقوں، وادیوں اور میدانوں میں آپ نے کرامات کے گھوڑے پر سوار پار کیا۔ ثاقب رقمطراز ہیں

یوسف علی شاہ ولدل سوار   علی ثانی آمد کرامات سوار

علی ثانی سید علی ہمدانی حضرت علی مرتضٰی کے ولدل کی مانند کرامات پر سوار تبت تشریف لائے۔

دریں ملک تبت کرامات او   چو شمس الضحٰی شد ذاتش کوبہ کو

آپ کی کرامات اور شہرت ہر جگہ دھوپ کی مانند پھیل گئی۔

کرامات چو سایہ کلامش چوقند   بعرق جبینش بوئی نسیم

آپ کی کرامات سائے کی طرح چھا گئیں آپ کے کلام میں مٹھاس تھا چہرے کے پسینے سے گل نسیم کی خوشبو آتی تھی۔

ہمی کرد گفتار گیرد دلاں   قبول کرد پندش عقل سلیم

آپ جو نصیحت فرماتے دل فوراً قبول کرلیتا۔ عقل اسے اپنا لیتی تھی۔

زپند و کرامات و نصح بلیغ   بالواح دل کرد توحید رقیم

آپ نے پند و نصائح میں اتنی جہد بلیغ کی کہ سننے والوں کے دلوں کی تختی پر توحید خود بخود رقم کر جاتے تھے۔

اساس کرد مسجد دلِ ہر دہے   ہمیں کرد روشن رہ مستقیم

بستی بستی قریہ قریہ میں مساجد کی بنیاد رکھی اور طریق اسلام سے روشناس کرایا۔

زخورشید اسلام تبت صغیر   ضیا کردہ شد پس عزم صمیم (۵)

آپ نے اپنی عزم صمیم کے ذریعے آفتاب اسلام سے تبت خورد (بلتستان) کو منور کر دیا۔

چینی شہر یارقند کی طرف روانگی

سوئی ملک یارقند رویش نمود   بہ تبلیغ دین کرد جہد عظیم

پھر یارقند کی طرف روانہ ہو گئے۔ جہاں آپ نے تبلیغ اسلام بڑے پیمانے پر کی۔

ہمہ ترکیاں را نصیب شدند   مشرف باسلام بیک سال ونیم

تمام ترکیوں کو اسلام نصیب ہوا۔ اس ملک میں آپ ڈیڑھ سال ٹھہرے۔ (۶)

یارقند (ترکستان)

عوامی جمہوریہ چین کا شہر یارقند، کاشغر اور ترکستان ساتویں صدی ہجری میں ساری دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئے تھے چونکہ یہاں دنیا کے تمام مذاہب کو ماننے والے موجود تھے۔ شاہی دربار مختلف الخیال اور مختلف المذاہب لوگوں پر مشتمل تھی، جس کی وجہ سے دربار مذہبی بحث و مباحثہ کا اکھاڑہ بن گیا تھا۔ بادشاہ ان فضول بحث و مباحثوں سے تنگ آگیا تھا۔ اس نے ایک دن اعلان کیا کہ میرے ملک میں صرف ایک مذہب رائج ہو گا۔ باقی حصہ آپ ثاقب ہی کی زبانی سماعت فرمائیں۔

یارقند میں فرقہ وارانہ پراگندگی

زاسحاق شنیدم ایں قصہ را   کمال خداداد علی ثانی را

یہ قصہ میں نے اسحاق سے سنا کہ خدا نے علی ثانی کو بے پناہ صلاحیت دی تھی۔

بوقت ہمایوں سال سعید   بیارقند بطور مبلغ رسید

آپؒ ایک مبارک سال یارقند میں بحیثیت مبلغ اسلام وارد ہوئے۔

بطریق عمل بود سکان آں   تراشیدہ سنگی پرستار آں

اس ملک کے باشندے پتھر سے بنائے ہوئے بتوں کی پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔

دراں وقت بود آمدہ از پر ملل   یکی پیشوائے زاہل ضلال

اس زمانے میں دنیا کے تمام مذاہب کو ماننے والے یہاں جمع تھے۔ ہر ایک مذہب کا رہنما بھی تھا۔

زگبر و نصاریٰ و اہل ہنود　　شدہ چند بر آں بعض یہود

ان میں آتش پرست' یہودی' عیسائی اور ہندو شامل تھے۔

رسید چوں ولی خدائی جلیل　　ہمہ فرقہ ماند عاجز ذلیل

ان حالات میں خدائے جلیل کا ولی آیا اور تمام فرقے عاجز ذلیل ہو کر ماند پڑ گئے۔

مذہبی ہم آہنگی کی تدبیریں

شنید ایں حکایات بحث وجدال　　شہنشاہ یارقند ایں جملہ حال

جب شہنشاہ نے اپنے ملک میں مختلف فرقوں کے درمیان بحث و تکرار ہوتے دیکھا تو

جمع کردیک روز جملہ امیر　　وزیر و دبیر و کبیر و صغیر

ایک روز انہوں نے ملک کے وزراء' امراء' منشی' چھوٹے بڑے سب کو بلا لیا۔

بفریاد وزاری و خستہ دل　　بگریہ بگفت اے یاران دل

اور زار و قطار روتے ہوئے کہا کہ اے میرے دل و جان کے دوستو!

دریں وقت شد ملکم زیر و زبر　　اگر دشمنی را شود ایں خبر

اس وقت میرا ملک مذہبی بحث و تکرار سے برباد ہو رہا ہے اگر کسی دشمن کو اس کی خبر ہو جائے

رعایای من پارہ پارہ شداست　　بشو مش چو اجسام بی روح شداست

تو میرے عوام ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ مذہبی فسادات سے ملک بے روح جسم کی مانند رہ گئی ہے۔

امیر و وزیر بریک زبان　　بگفتند یا شاہ چنین شد زمان

امراء اور وزراء نے یک زبان ہو کر کہا اے شہنشاہ واقعی ملک کی حالت مخدوش ہو گئی ہے اس لئے

علاجی بجو زخم ایں تازہ را　　کہ تا جمع گردد ایں پارہ را

اس تازہ ہرا زخم کے لئے موثر علاج کی ضرورت ہے تاکہ بکھرے ہوئے عوام کو متحد کر

سکے۔

ملک از کبیران ایں حال شنید دمی بادلش رائی کردن دوید

شہنشاہ نے فورا مملکت کی تدبیریں سنی تو انہوں نے کچھ دیر اس مسئلے پر غور کرنے لگا۔

کشیدہ سر از جیب خوض کثیر جوابی بگفت ای امیر و وزیر

انہوں نے غور و فکر کے بعد سر اٹھا کر جواب دیا کہ اے امیرو وزیر

عمل گر کنید جملہ ارکان من موثر علاجش احکام من

اگر ارکان دولت میرے فرمان پر عمل کرلے تو یہی اس مسئلے کا موثر علاج ثابت ہو گا۔

ہمہ اہل مجلس بقول ملک ہمی کرد ہریک عہد باملک

تمام درباریوں نے شہنشاہ کے فرمان پر عمل کرنے کے لئے بادشاہ سے عہد و پیمان کرلیا۔

کنیم جان نثاری باحکام تو بگو آنچہ باشد فرامین تو

اور کہا کہ ہماری جان آپ کے فرمان پر قربان لہٰذا جو فرمان ہوا ارشاد فرمائیں۔

متفقہ فیصلہ

ملک چوں بدید شوق ارکان خود ہمی شد رضامند زارکان خود

شہنشاہ نے جب ارکان دولت کی شوق و جستجو کو دیکھا تو وہ ان سے خوش ہوا۔

ملک کرد اعلان حکم چنیں کہ فردا بیائید شما ہمچنیں

اور اعلان کیا کہ تمام ارکان دولت' وزراء مملکت کل دوبارہ دربار میں حاضر ہو جائیں اور

چوں فردا مزین کم این چمن ! معطر نشینم بر تخت من

میں کل اس دربار کو دوبارہ آراستہ کروں گا اور میں تخت پر بیٹھا رہوں گا۔

کشاید در قصر درباں من نخستین کہ آید زپیشوا من

میرا دربان صبح کو جب محل کا دروازہ کھولے گا جو سب سے پہلے دروازہ سے داخل ہو گا وہ میرے پیشوا ہو گا۔

کنیم دین آن پیشواء زول ہمین است برحق بدانید زول

ہم سب اس پیشوا کا دین قبول کریں گے بس یہی فرمان دل سے قبول کیے جائیں۔

ہمین است تریاق زہر جدال دگرنہ ہمیشہ بود در جدال

یہ ہے اس زہر فساد کے لئے تریاق ورنہ یہ مذہبی فسادات ملک سے کبھی ختم نہ ہو گا۔

مذہبی رہنماؤں کا جوش و خروش

شنید ند ایں حکم زشاہ زمان   بر فتند ہر یک بشادی مکان

شہنشاہ کا فرمان سن کر تمام درباری خوشی سے اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔

ہمہ پیشوایاں جز امیر کبیر   پس در نشستند قصر کبیر

حضرت امیر کبیر کے سوا تمام مذاہب کے پیشوا شاہی محل کے دروازے پر بیٹھ گئے۔

ہمہ شب بہ پاسبان قصر ملک   نشستند بے نوم بہ باب ملک

تمام رات سب مذہبی رہنما محل کے دروازے پر بے خواب پاسبانی کی خدمات بجا لاتے رہے۔

گمان ہر آنکس بوقت صباح   شوم پیش قدم نزو شاہم صباح

ہر ایک کا گمان یہی تھا کہ وہ صبح سویرے شہنشاہ کے سامنے سب سے پہلے قدم رکھے گا۔

چناں نور مصباح صبح دمید   ہمہ ظلمت شب چو خرگوش رمید

جونہی صبح ہو گئی اور رات کی تاریکی ختم ہو گئی۔

چوں خورشید زمشرق طلوع شد چناں   علی ثانی شد جلوہ گر ہمچناں

جس طرح مشرق سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اسی طرح حضرت امیر کبیر علی ثانی وہاں جلوہ گر ہو گئے۔

بدستش عصا بود بربر گلیم   بعرق جبینش بوی نسیم

آپ کے ہاتھ میں عصا اور جسم پر گلیم تھا چہرے کا پسینہ گل نسیم کی خوشبو بکھیر رہی تھیں۔

کرامات شاہ ہمدان

چوں دربان در قصر کرد افتتاح   علی ثانی بود برزبان یا فتاح

جب دربان نے دروازہ کھولا تو حضرت علی ثانی کے منہ سے یا فتاح نکلا اور فوراً

رسید چوں علی ثانی نزدیک شاہ   دیگر پیشوایان شدند انتباہ

آگے بڑھ گئے دوسرے مذہبی رہنماؤں کو اس وقت آگاہ ہوئے جب آپ" شہنشاہ کے پاس

پہنچ چکے تھے۔

کوشوق نیز رسید دریئی آں ولی ازاں بعد رسید یک بہ یک ہم جلی

آپ کے بعد کوشوق اور پھر دوسرے تمام پیشوا یکے بعد دیگرے شاہی دربار میں داخل ہوئے۔

چوں دربار شاہی بیار ستند برسم قدیمی بہ پرداختند

دربار شاہی کو آراستہ کیا گیا اور اس کی آرائش و تزئین میں اضافہ کیا گیا۔

ازاں بعد ملک گفت برخاستہ باقرار دوش باش میامیختہ

پھر شہنشاہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ گزشتہ اقرار کو فراموش نہ کیجئے۔

باقرار صالح ہمہ یک زبان بگفتند باشیم توباش اطمینان

سب نے یک زبان ہو کر اقرار کو دہرایا اور کہا کہ ہم اس اقرار پر قائم ہیں اور آپ مطمئن رہیں۔

ملک گفت بر عقل رائی شما ہزاراں مبارک ہزار مرحبا

بادشاہ نے کہا کہ تدبیر آپ سب کی عقل و مشورے کا نتیجہ ہے لہذا ہزار ہزار مبارک اور ہزار ہزار تحسین ہو۔

نشستم تجتم برسم قدیم بمقدوم رسید ایں ولی کریم

جب میں اپنے معمول کے مطابق تخت پر بیٹھا ہوا تھا تو یہ ولی اللہ میرے نزدیک آ گئے۔

کوشوق کی درخواست

کوشوق خواست برخاستہ نزدیک شاہ زجوش غنم اور کنم اشتباہ

کوشوق (لاما) نے چاہا کہ وہ اٹھ کھڑے ہوں اور شہنشاہ کے قریب جا کر اسے اشتباہ کرے۔

برسم ادب دست بربر نہاد یکی عرضی دارم درون نہاد

انہوں نے ادب بجا لایا شہنشاہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ میرے دل میں ایک عرض ہے۔

ملک گفت یکبار دستور دہم بگو آنچہ باشد درونت وہم

شہنشاہ نے کہا کہ میں تجھے اجازت دیتا ہوں اور بتاؤ کہ تمہارے دل میں کیا درخواست ہے؟

کوشوق گفت باپیر مباحث کنم گرم ضعف آید سکوتم کنم

کوشوق نے کہا کہ مجھے اس پیر کے ساتھ بحث و مناظرہ کرنے کی اجازت دیں اگر میں کمزور ہوا تو میں خاموش رہوں گا۔

درون ملک شد ازیں شادماں کنید ہر دو بحثی بدربار عیاں

شہنشاہ اندرونی طور پر خوش ہوا اور دربار میں دونوں کے درمیان بحث کروایا۔

کوشوق کا مناظرہ

کوشوق گفت یا پیر دعویٰ ما رضائی خدا ہست طلب گار ما

کوشوق نے کہا کہ اے بزرگ ہمارا دعویٰ ہے کہ رضائے الٰہی طلب کرنے سے مل سکتی ہے

ولیکن خدا ہست پنہاں زمین باعمال نیکو بہ بینم زمین

مگر خدا ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے لیکن نیک اعمال کے ذریعے ہم خدا کو دیکھ سکتے ہیں۔

اگر دین تو برحق وبس قوی طلبگار من شو بعلمت قوی

اگر تیرا دین برحق و مستحکم ہو تو علم کی زور پر مجھے تلاش کرو

گرم یافتی گو خدا یافتی وگرنہ خدا را کجا یافتی

گر میں مل گیا تو سمجھو کہ تجھے گویا خدا مل گیا ورنہ خدا کو کیسے پاؤ گے۔

ہمیں گفتہ پس شد غائب بر آں شدند اہل مجلس حیران بر آں

یہ کہہ کر وہ غائب ہوا اور حاضرین حیران ششدر رہ گئے۔

امیر چوں بدید ایں حال عجیب طلبگار اوشد سرور رقیب

حضرت امیر کبیرنے یہ عجیب و غریب حال دیکھا تو اسے تلاش کرنے کے لئے مراقبہ کرنے لگے۔

بدرگاہ مولیٰ بکردہ دعا بچشم درونش دید در سماء

آپؒ نے اپنے مولیٰ کی درگاہ میں دعا فرمائی اور چشم بصیرت سے اسے آسمان میں محو پرواز دیکھا۔

کرامت شاہ ہمدان

بدو کفش را گفت حالا برو — بر خسار ساحر زندہ بگو

آپ نے اپنی جوتیوں کو حکم دیا کہ اٹھو اور پرواز کرو۔ اس ساحر پر تھپڑ مارو اور اسے کہو

بذودی ضرور آئی نزدیک من — دیگر توبہ تائیب بہ مولائی من

کہ فوراً نیچے اتر آؤ میرے پاس توبہ کر لو اور میرے مولیٰ خدا تعالیٰ پر ایمان لے آؤ۔

ز سحر و دغا کی فلاح یافتی — بکفر و عناد کی خدا یافتی

کفر و جادوگری کے ذریعے تجھے نجات کیسے ملے گی؟۔ کفر و عناد سے تجھے خدا کیسے مل سکے گا؟

کوشوق کی شکست

کوشوق چو دید ہر دو کفش امیر — حواسہا رمیدہ فرو شد بہ زیر

کوشوق نے جناب امیر کی جوتیوں کو آتے دیکھا تو وہ سراسیمہ ہو کر نیچے اتر آیا۔

بہ تخت شہنشاہ ناگاہ فتاد — بر خسار کافر غباری فتاد

اور وہ شہنشاہ کے تخت کے قریب گر گیا اس کے چہرے گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا۔

شاہ ہمدان کی فتح

کرامات چوں دید از امیر کبیر — مدین باسلام شدند ہر خبیر

جب درباریوں نے حضرت امیر کی کرامات دیکھیں تو سب دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

بشمشیر "لا" شد شکستہ بتان — شہنشاہ ہمی کرد حکمش چنان

"لا الہ الا اللہ" کے تلوار سے سارے غیر اللہ اور بت پاش پاش کیے گئے۔ شہنشاہ نے فرمان جاری کر دیا کہ تمام رعایا مسلمان ہو جائیں۔

شاہی فرمان

اگر ہر کہ باشد ز اسلام برون — برواز دیارم بہ ہفتہ برون (۷)

جو اسلام سے انکاری ہوئے وہ میرے ملک کے حدود سے ایک ہفتہ کے اندر اندر باہر نکل جائیں۔ ان کے لئے میرے ملک میں کوئی جگہ نہیں۔

بلتستان میں دوسری بار آمد

ترکستان کے علاقوں میں تبلیغ و ارشاد کرتے ہوئے آپ ختلان (کولاب) تاجکستان گئے۔ جہاں سے آپ پھر واپس یارقند پہنچے۔ واپسی میں آپ نے درہ سلترو کے بجائے مستاغ کے راستے درہ برالدو (Braldo) داخل ہوئے اور ۷۸۵ ھ میں شگر تشریف لائے۔ ثاقب رقمطراز ہیں۔

ازاں بعد براہ برالدو شگر   بسال کہ یک ہاؤ و ذال و دو جیم

پھر آپؒ ۷۸۵ ھ میں برالدو شگر کے ذریعے بلتستان میں وارد ہوئے۔

غوری تھم کہ بود نام شاہ شگر   نصیب شد با سلام زفضل کریم

راجہ شگر غوری تھم ہنوز غیر مسلم تھا انہیں اللہ کے فضل سے اسلام نصیب ہوا۔

مریدوں کو ہدایات

ہدایات کو ثاقب کے اپنے الفاظ میں نذر قارئین کر رہے ہیں۔

دراوراق تاریخ اہل شگر   نوشتہ بدیدم کہ از کاشغر

اہل شگر کی ایک تاریخ فصل الخطاب مصنفہ میر محمد ثاقب ۰۰۰ھ میری نظروں سے گذری جسمیں مرقوم تھا کہ

علی ثانی آمد بہ تبت دوبار   بعہد غوری تھم شاہ نامدار

راجہ غوری تھم کے عہد حکومت میں کاشغر سے علی ثانی دوبار تبت (بلتستان) وارد ہوئے

شگر تا چھورنٹ مریدان او   عرض کرد ہر ایک مرادان بہ راو

شگر سے چھورنٹ تک پھیلے ہوئے مریدوں نے اپنے اپنے مراد کو آپؒ تک پہنچایا اور عرض کیا

کہ یا پیر ما را وصیت بکن   ادناس و آثام منزہ بکن

کہ اے بزرگ ہدایات کے ذریعے ہمیں جرم و گناہ سے پاک کریں۔

بہ پاسخ ایشاں دہانش کشود   زبیت نصیحت بابے کشود

آپؒ نے انہیں جواب کے لئے زبان مبارک کھولی اور نصیحت فرمائی۔

قناعت گزید میازار ناس　　خصوصاً باکل شرب و شراب

کھانے پینے میں قناعت اختیار کریں اور لوگوں کو ایذارسانی سے بچو

دیگر آنکہ سستی برامردین　　مباش و مشو خوش بر مچینین

دین کے کاموں میں سستی نہ کریں اور اس پر خوشی کا اظہار نہ کریں۔

ازاں بعد تاکید بر ذکر کرد　　زبنیاد مسجد ترغیب کرد

ذکر کی تاکید کی اور مسجدوں کی تعمیر و مرمت کی طرف ترغیب دلائی۔

قناعت بہر حال اولیٰ بود　　بقانع رضا ہائے مولیٰ بود

بہر صورت قناعت اختیار کریں چونکہ اسے تمام نیکیوں پر برتری حاصل ہے اللہ کی خوشنودی قناعت سے حاصل ہو سکتی ہے۔

ولیکن بعلم رضائے خدا　　قناعت گزیدن باشد خطا

لیکن علم رضائے الٰہی کی حصول کے لئے قناعت اختیار کرنا باعث گناہ ہے۔

بداماں عالم بگیر استوار　　زعالم بود دین و دنیا قرار

علماء کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو چونکہ دین و دنیا عالم ہی کے دم سے برقرار رہتی ہے۔

زعالم ہماں کس عالم بدان　　کہ علمش جسد شد تقوٰی رواں

عالم وہ شخص ہو سکتا ہے جس کے علم سے پرہیزگاری کے چشمے پھوٹتے ہوں۔

زعلم رسوی قانع مشو　　بنفس و ہوایت تابع مشو

رسمی علم پر قناعت نہ کریں اور اپنی شیطانی نفس و ہوا کی اطاعت نہ کریں۔

باذکارو اوراد وصوم وصلوٰۃ　　بہ تسبیح و تہلیل و فطرو زکوٰۃ

ذکر، اوراد، نماز، روزہ، تسبیح و تہلیل، فطرو زکوٰۃ دیے جائیں۔

بہ علم و حیا و صبرو شکور　　بجوئید ہمیشہ رضائے غفور

علم، حیا، صبر، شکر کو تلاش کریں اور بخشنے والا مولیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔

زظلم و زنا و کذب و دغا　　زاتہام و غیبت صبح و مساء

ظلم، زنا، جھوٹ، دھوکہ، غیبت کو صبح و شام اپنے پاس پھٹکنے نہ دیں۔

ہمیں پندہائے چوں بگفت　　ہماں سال اپنش بکشمیر رفت (۸)

عازم سری نگر

ان تمام نصیحتوں کو فرمانے کے بعد اسی سال (۷۸۵ ھ) کو آپ عازم سری نگر ہوئے۔ آپ چھوزبٹ کے راستے نوبراہ لداخ داخل ہوئے جہاں سے درّہ زوجی لا پار کر کے سرینگر میں وارد ہوئے۔ جہاں آپؒ نے مختصر قیام فرمایا۔ ۷۸۶ ھ میں ختلان واپس جاتے ہوئے پکھلی موجودہ نوکوٹ ہزارہ پہنچے۔ آپ اسی مقام پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آج بلتستان کے طول و عرض میں سو فیصد مسلمان ہیں یہ کارہائے نمایاں آپ کی مساعی جمیلہ کی بدولت ہے۔ اگرچہ ان علاقوں میں تبدیل مذہب ہو چکی ہے مگر آپ کے ساتھ عقیدت و احترام میں کمی نہیں ہوئی۔

ان علاقوں میں طاقتور لاما موجود تھے جو بیک وقت لوگوں پر ظلم و ستم کے علاوہ سحر و جادو کے ذریعے فضاؤں میں پرواز کی استطاعت رکھتے تھے۔ ان سے مقابلہ کرنا، بحث و مناظرہ کرنا اور کرامات دکھانا یقیناً ایک عالم ربانی ہی کے بس کی بات ہے۔

بلتی رسم الخط "اِی گے" میں ایک چٹان

میر نجم الدین ثاقب جن کا مزار اقدس شگر خاص میں واقع ہے۔ فصل الخطاب نامی کتاب کے حوالے لکھتے ہیں کہ بلتستان میں ایک چٹان ہے جس پر بلتی رسم الخط میں کچھ تحریر کندہ ہے۔ جو حضرت امیر کبیر کی آمد کا سال ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

چوں آخر رسیدم بفضل کریم ۔ بہ نزدیک سنگی رقمش قدیم

اس کتاب کی نشاندہی پر جب میں اللہ کے فضل سے اس چٹان کے نزدیک پہنچا جہاں قدیم تبتی رسم الخط میں کچھ تحریر تھا۔

چوں دیدم حروفش بہ رسم "اِی گے" ۔ چوں خواندم پدید شوق از رگ رگے

میں نے "اِی گے" کے حروف کو غور سے دیکھا اور ہر حرف کو پڑھنے کا مجھے شوق پیدا ہوا۔

بر آں سنگ مضمون ذیل بود رقیم ۔ کہ آمد علی نام بعہد مقیم

اس چٹان پر یہ مضمون کندہ تھا کہ علی نامی ایک ولی اللہ مقیم خان کے عہد حکومت میں بلتستان وارد ہوا۔

زکشمیر بہ تبت رسید آں ہما ۔ بتان را شکست کرد مسجد بنا

جو کشمیر سے تبت پہنچے۔ انہوں نے بتوں کو توڑ کر مساجد کی بنیادیں رکھیں۔

دیگر ماہ کیر غروب کردہ شد   و خورشید اسلام طلوع کردہ شد (۹)

آپؐ نے کافروں کا آفتاب غروب کر دیا اور اسلام کا آفتاب عالم تاب طلوع کیا۔

-حواشی-

(۱) نورالمومنین ص ۴۴۳۔
(۲) نور المومنین ص ۴۴۴
(۳) وحدت اسلامی صفحہ ۴۲
(۴) کشمیر میں اشاعت اسلام ص ۱۳۰
(۵) نورالمومنین ص ۴۴۴
(۶) ایضاً
(۷) تذکرہ شاہ ہمدان ص ۵۱۔
(۸) نور المومنین ص ۴۴۷
(۹) وحدت اسلامی ص ۴۳۔

باب سوم

شاہ ہمدان کے تہذیبی و تاریخی آثار

اس باب میں بلتستان کے معاشرتی و تہذیبی و تمدنی آثار کے علاوہ تاریخی آثار بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں چند نشانات جو آپ کی طرف منسوب ہے ان پر تفصیلات درج ہیں۔

معاشرتی و تہذیبی آثار

بلتستان امن کا گہوارہ، پرسکون خطہ اور پرامن معاشرہ ہے۔ یہاں اخلاقیات، مذہبیات، سیاسیات اور معاشرتی و تمدنی زندگی قرآن و سنت کے تابع ہیں۔ ہر طرف اسلام ہی اسلام ہے۔ یہاں کے مرد خواتین نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور شعائر اسلام کے بہت پابند ہیں۔ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی صحیح معنوں میں قرون اولیٰ کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ یہاں کی شادی بیاہ انتہائی سادگی کے ساتھ وقوع پذیر ہوتی ہے۔ امیر، غریب، مرد، عورت شادی کو نہایت سادگی سے انجام کو پہنچاتے ہیں۔ لامحالہ یہ سب برکتیں جناب شاہ ہمدان کی قدوم میمونیت کے ثمرات ہیں۔

دنیا کے بیشتر حصوں اور قبائلی علاقوں میں اب بھی قبائلی ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ ان علاقوں میں اسلام کی بجائے قوموں اور قبیلوں کی پہچان زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں قوم کی غیرت و حمیت کے نام پر مسلمان ایک دوسرے پر آزادانہ حملے کئے جاتے ہیں۔ جن میں راکٹ لانچر، مارٹر گنیں، کلاشنکوفیں اور توپوں کا استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ دین مبین میں ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ لیکن قوم، قبیلوں اور غیر اخلاقی دیو کے سامنے سب کچھ جائز ہو جاتے ہیں۔

الحمد للہ بلتستان بھر میں ابھی تک قومی و قبائلی تعصب نے سر نہیں اٹھایا۔ حالانکہ یہاں بہت سے قبائل آباد ہیں لیکن یہاں قومیت کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ دین اسلام نے یہاں کی تمام قومیتوں کو توڑ کر بھائی بھائی کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں

نہ ایک دوسرے پر حملے کیے جاتے ہیں۔ نہ نسل در نسل دشمنی چلتی ہے۔ ڈاکو، ڈاکہ، قتل و غارت، چوری، لوٹ کھسوٹ، زنا بالجبر، گھروں میں گھسنے کی واردات کبھی دیکھنے میں نہیں آئی جبکہ سیاسی، مذہبی، تنظیمی فسادات بہت کم ہوتے ہیں۔ بلامبالغہ یہ خوشگوار ماحول، پرامن معاشرہ جناب شاہ ہمدان کی تبلیغات کے نتائج ہیں۔

میری ان باتوں کی تائید مندرجہ ذیل جرائم کی چارٹ سے ہو گی۔ ان پر مطالعہ کے بعد ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے کہ پاکستان بھر میں خصوصاً ان علاقوں میں جہاں شاہ ہمدان نہیں گئے وہاں جرائم کی رفتار میں اضافہ ہو رہا ہے انسان انسانیت کے ہاتھوں مولی گاجر کی طرح کٹ رہے ہیں بچوں کا اغوا خواتین کی عصمت دری کی جاتی ہے۔ قانونی خلاف ورزیاں ہو رہی ہے اس چارٹ کی مدد سے بخوبی اندازہ لگا سکیں گے کہ بلتستان جیسا پرامن خطہ شاید کرہ ارض کے ماحول میں کوئی ہو۔ لہٰذا پاکستان، کشمیر امن پسند ملکوں اور قوموں کو بلتستانی عوام کے اوصاف حمیدہ کو اپنا کر ان کی تقلید کرنی چاہیے۔

۱۹۸۵ تا ۱۹۹۰ پانچ سالہ جرائم کا چارٹ۔

۱	قتل	۳۰۳۹۳
۲	اقدام قتل	۹۳۳۶۷
۳	زخمی افراد	۸۰۶۱۱
۴	زنا کے کیس	۹۵۸۱
۵	بچوں کے اغوا	۳۱۳۹۳
۶	مکان میں گھسنے کی واردات	۵۰۸۳۵
۷	چوری کی واردات	۴۶۳۴۶
۸	قانونی خلاف ورزیاں	۲۴۷۴۳
۹	اسلحہ ایکٹ کی خلاف ورزیاں	۳۰۴۸۱

جنوری تا جون ۱۹۹۱ء کا چھ مہینے کے جرائم کی تفصیلات

۱	قتل	۴۳۵
۲	زخمی افراد	۶۹۰۰
۳	اقدام قتل	۶۰۰۰

۴	ہلاک ہونے والے ڈاکو	۷۶۷
۵	مغویاں برآمد ہوئیں	۳۸۲
۶	پولیس شہید ہوئے	۵۶
۷	برآمد شدہ خود کار اسلحہ	۵۱۱۴
۸	راکٹ لانچر	۲
۹	ہینڈ گرنیڈ	۸
۱۰	کلاشنکوف کے کارتوس ملے	۱۰۱۱۰
۱۱	مشین گن	۴
۱۲	بنک لوٹے	۳۰
۱۳	مکان میں گھس آنا	۴۵۰۰
۱۴	ہائی وے ڈکیتی	۳۵
۱۵	بچوں کا اغوا	۲۷۸۰
۱۶	پولیس ڈاکو مقابلے	۳۰۰ (۱)

یہاں جنوری تا نومبر ۱۹۹۲ میں صرف صوبہ پنجاب کے جرائم کا اندازہ فرمائیں۔

۱	چوری کی واردات	۱۹۴۹۳
۲	قتل	۳۰۰۰
۳	رہزنی	۲۰۷۸
۴	نقب زنی	۶۵۲۴
۵	چوری شدہ سامان کی مالیت	۶۵۳۴۶۶۰۸۰۰
۶	زنا بالجبر کے کیس	۱۴۷۳
۷	بچوں کا اغوا	۴۵۹۱
۸	منشیات کے کیس	۳۵۵۲۰
۹	اسلحہ کیس کے تحت پکڑے گئے	۱۹۴۳۱
۱۰	اقدام قتل	۵۸۳۸
۱۱	فرقہ وارانہ فسادات	۵۷

۱۲	سیاسی فسادات	۴۳
۱۳	طلباء کے درمیان فسادات	۳۶
۱۴	دفعہ ۱۰۷، ۱۵۱ کے تحت گرفتاریاں	۱۸۷۰۳۹
۱۵	غنڈہ ایکٹ کے تحت گرفتاریاں	۹۹
۱۶	حدود آرڈیننس کے تحت گرفتاریاں	۸۴ (۲)

جبکہ ضلع گانچھے میں ۱۹۸۵ء تا ۱۹۹۰ء کے دوران زنا کے دو کیس، چوری کی ۸ واردات، ذاتی ملازم کے ساتھ دو مرتبہ زیادتی کے کیس درج ہوئے جب کہ باقی تمام جرائم صفر سے آگے نہیں آئی۔ چوری کی مالیت پانچ سو سے ایک ہزار تک تھی۔ یہاں کے لوگ انتہائی شریف ہیں۔

لفظ "طاق" سے اہل بلتستان آشنا ہیں۔ جو مقامی زبان میں بندوق کو کہلاتا ہے۔ باقی ہتھیار ابھی تک بلتستان میں متعارف نہیں ہوئے۔ پستول، راکٹ، لانچر، مارٹر، کلاشنکوف، دستی بم، مشین گن، اور دوسرے خودکار اسلحہ سے ابھی تک اہل بلتستان نا آشنا ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیرون بلتستان کے سیاح اور اہل تحقیق یہاں کے گاؤں گاؤں جا کر آزادانہ طور پر تحقیقات کرتے ہیں۔ مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کے ساتھ گھل مل جاتے ہیں۔ بیرونی سیاح یہاں کے حسن اخلاق سے بہت متاثر ہو جاتے ہیں اسی لئے جلوہ کشمیر کے مصنف ڈاکٹر صابر آفاقی کو لکھنا پڑا کہ

بلتستان کے لوگ بے حد خلیق، مہمان نواز، مرنجان، مرنج ہیں ان میں مارپیٹ کی نوبت کم آتی ہے۔(۳)

تاریخی آثار

شاہ ہمدان کا قاعدہ تھا کہ اپنے سیاحت و دورے میں جو خطے یا علاقہ آتے وہاں اسلام کی بھرپور تبلیغ کرنے کے بعد چھوٹی بڑی مسجدوں کی بنیاد بھی رکھتے۔ اسلام اور مساجد کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس حقیقت سے آپؒ بخوبی آگاہ تھے۔ بلتستان بھر میں درجنوں مساجد قائم ہیں جن کی بنیاد شاہ ہمدان کے مبارک ہاتھوں سے نصب ہوئیں۔ ان مساجد کو مقامی لوگ اب بھی "مسجد حضرت میر" کہہ کر پکارتے ہیں۔

نیچے ہم آپ کے صرف مشہور و معروف مساجد کی ایک فہرست دے رہے ہیں۔ اور اس پر اکتفا کریں گے۔

جامع مسجد چتچن

محل وقوع

یہ جامع مسجد ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر خپلو کے عین وسط میں واقع ہے۔ خپلو شمالاً جنوباً ڈھلان نما ہے۔ اور جامع مسجد چتچن کافی بلندی پر واقع ہے۔ اس کی عمارت بھی بہت بلند ہے۔ اس لئے کہ چتچن میلوں دور تک نظر آتا ہے۔

پرانے زمانے میں تنازعات کے وقت چھوڑ بٹ والے مقام ہنجور (Han joor) پر سترو اور گرد و نواح کے لوگ غور سے کی پہاڑی پر آکر چتچن کو روبرو رکھتے اور قسم کھاتے تھے۔ اور جھگڑے کا فیصلہ ہو جاتے تھے۔

وجہ تسمیہ: "تچ" مقامی زبان میں انصاف کو کہلاتا ہے۔ جبکہ "چن" والے کے ہیں۔ یہ تچن تھا۔ مگر کثرت استعمال اور عوامی نطق کے مطابق "شین" "چیم" میں بدل گیا۔ اور چتچن کے نام سے معروف ہوا۔ اب بھی تشچن۔ چتچن دونوں مستعمل ہیں۔ مگر آخر الذکر کو قبولیت عامہ حاصل ہوا اس مسجد سے بہت سی کرامات محیر العقول ہیں۔ دروازے پر لٹکتے زنجیر حق و باطل کا فیصلہ دیتی ہے اندرون و بیرون ملک کے سیاح اس کی زیارت سے فیض یاب ہو جاتے ہیں۔

ساخت

کلس کی بلندی	۲۵ فٹ
سطح زمین سے بلائی کلس تک	۸۵ فٹ
سطح زمین سے برآمدے تک	۳۶.۴ فٹ
اندرونی مسجد کی اونچائی	۲۰.۶ فٹ
برآمدے کی لمبائی	۴۵.۰ فٹ
چاروں ستونوں میں سے ہر ایک کی لمبائی	۱۸.۶ فٹ

چاروں ستونوں کی موٹائی	۲.۱۰ فٹ
ہر زنجیر کی لمبائی	۲.۴ فٹ
جنوبی برآمدے میں ستونوں کی تعداد	۱۳ عدد
قلی کی تعداد	۱۲ عدد
چھت اٹھانے کے لئے ستون	۵۲ عدد
مشرقی صحن میں ستون	۱۰ عدد
مغربی صحن میں ستون	۱۰ عدد
منقش پھولوں کی تعداد	۱۸۰ عدد
ختم بان کی مختلف اقسام	۱۲ عدد
پنجرے کی تعداد	۱۲ عدد
بیرونی سیڑھیوں کی تعداد	۳ عدد
ہر سیڑھی کی لمبائی	۷ فٹ
اندرونی سیڑھی کی تعداد	۳۵ عدد
مشرقی برآمدے کی لمبائی	۲۸ فٹ
شمالی اور جنوبی برآمدے کی لمبائی	۲۹.۳ فٹ
چاروں دیواروں کی موٹائی	۳.۴ فٹ

آٹھ فٹ کی بلندی سے بڑھنا شروع ہوتی ہے تاہم ۲۰ فٹ کی بلندی تک موٹائی ۵.۶ فٹ بنتی ہے۔ دیوار پر لکڑی کے بیم، گچ اور پتھر پر مشتمل ہے۔ لکڑی کی میخیں استعمال ہوئی ہیں کلس چاندی اور تانبے کا ہے جس پر قرآنی آیات کندہ ہیں۔

صدر دروازے کے عقب میں پتھر کا ایک ستون ایستادہ ہے۔ جس کی لمبائی ۹ فٹ اور چوڑائی ۴ فٹ ہے یہ پتھر ۱۹۶۵ء میں لگایا گیا ہے۔

جامع مسجد چیچن خانقاہ معلی سرینگر کی طرز پر بنائی گئی ہے۔ کیکاری، پچیکاری کے اعلیٰ نمونے پائے جاتے ہیں اس میں موج دریا، ہفت در اور ہشت در بھی نمایاں ہیں۔ مسجد پر بنے ہوئے بیل بوٹے نقش و نگار، جن کی وضع و خط کہیں خوبصورت پرندوں کی شکل میں، کہیں گل لالہ اور سوسن کی اشکال کے ہیں۔ کہیں جیومٹری کی مدد سے دائرے بنے ہوئے

ہیں تو کہیں زنجیر سے زنجیر ملاتا ہوا کبوتروں کی قطاریں ہیں۔ یہ نقش و نگار قدرت کی رنگینیوں کا اظہار ہے تو دوسری طرف انسانوں کو اتحاد کی دعوت دیتی ہیں۔ چھت میں ایک خوبصورت ختم بان ہے جس کی وضع و قطع آج کے ماہرین آر کیٹیکچر کے لئے کھلا چیلنج ہے۔

چھت کے چاروں کونوں میں چار خوبصورت ختم بان لگے ہوئے ہیں ماہرین ان معماروں کی چابکدستی، مہارت اور باریک بینی دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں۔

یہ مسجد کشمیری و ایرانی ماہرین تعمیرات کی ذہانت و قابلیت کی گواہی دیتی ہے۔ ماہرین کے مطابق جامع مسجد چنچن ۲۹ سال میں پایۂ تکمیل تک پہنچی ہے۔

مشہور انگریز مورخ جان بارلے کے مطابق جامع مسجد چنچن اپنی خوبصورتی اور بناوٹ کے لحاظ سے پوری جنوبی ایشیاء میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

مسجد کی سطح کو اونچا رکھنے کے لئے سطح زمین سے لکڑی کے مختلف موٹے تختوں کو جوڑ کر چوکور خانے بنائے گئے۔ اس طرح ان چوکور خانوں کی مدد سے مسجد کی اونچائی ممکن ہو سکی۔ ان لکڑیوں کے جوڑ میں لکڑی کی میخیں استعمال ہوئی ہیں۔

چلہ خانہ کے چوکھٹ پر یہ آیت کندہ ہے۔

اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

چلہ خانہ کے جنوبی کھڑکی پر یہ آیت مرقوم ہے۔

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون۔

مشرق کھڑکی پر یہ کلمہ تحریر ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔

چنچن کا قیام

۸۷ھ، ۱۳۴۲ء سے قبل اس مسجد کی جگہ بدھ مت کا ایک عظیم الشان مندر تھا۔ جس میں بت نصب تھے۔ جو لکڑی، پتھر کے علاوہ لوہے کے ہوتے تھے۔ لوگ ان بتوں کی پوجا پاٹ کے علاوہ نذر و نیاز کرتے اور منتیں مانگتے تھے۔ ارمانوں کی تکمیل کے لئے اسی کو

بہترین وسیلہ سمجھتے۔ زائرین کی رہنمائی کے لئے لاما Lama ہوتے جو جادوگری سحر انگیزی میں ید طولیٰ رکھتے تھے" اچانک نظروں سے اوجھل ہونے کے علاوہ فضاؤں میں پرواز کی استطاعت رکھتے تھے۔ لوگ ان کی ان معمولی کرامات کو دل و جان سے تسلیم کرتے اور ان کے مذہب کو برحق مانتے تھے۔ لاما زائرین کو دونوں ہاتھوں سے لوٹتے تھے۔

۷۸۳ ھ میں حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی سکردو، شگر اور تھلے لا Thalay-pass عبور کر کے چق چن کے سامنے آ پہنچے۔ صدر دروازے کے سامنے ایک ہموار اور سفید پتھر ہے جس پر آپ تشریف فرما ہوئے اور بت خانہ کے اندر موجود لاماؤں کو دعوت اسلام دی۔ تمام لاما بت خانہ سے باہر نکل آئے اور حضرت امیر کے ساتھ بحث و مناظرہ شروع کر دی۔ دونوں جانب سے عقلی و نقلی دلائل دیئے گئے۔ آخر کرامات دکھانے کا فیصلہ ہوا۔

دفعتاً" لاما فضاؤں میں پرواز کر گیا۔ تماشائیوں نے واہ واہ اور آفرین کی صدائیں بلند کیں فوراً حضرت امیر نے اپنی دونوں نعلین مبارک کو فضا میں اچھال دیا یہ دونوں بے جان نعل آسمان میں لاما سے روبرو ہوئے اور اس کے دونوں رخساروں پر پے درپے پڑنے لگے اور اسے زمین پر اترنے پر مجبور کر دیا۔ لاما زمین پر اترتے ہی حضرت امیر کے قدموں میں گر گیا اور اسلام کی طاقت و سچائی کو تسلیم کر لیا۔ لاما کے قبول اسلام کے بعد مقامی راجہ راجہ سنگ مقیم خان بھی حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور عوام بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق لاما زمین پر آتے ہی حضرت امیر کبیر سے یوں گویا ہوئے کہ بت خانہ میں رکھے ہوئے آہنی گھوڑے کو آگ میں جھونک دی جائے اور شاہ ہمدان اس پر سوار ہوں اگر اسلام حقیقت ہے تو سوار سلامت رہے گا ورنہ سوار کی خیر نہیں۔ اس چیلنج کو حضرت امیر کبیر نے قبول فرمایا۔ فوراً اطراف و جوانب سے لکڑیاں جمع کرنے کی ہدایت کی گئی اور آہنی گھوڑے کو آگ میں جھونک دیا۔ جب گھوڑے نے آگ کا رنگ پکڑ لیا تو حضرت امیر **بسم اللہ مجریھا و مرسھا۔ سبحان الذی سخرلنا ھذا** کا ورد کرتے ہوئے اس پر سوار ہوئے اور خپلو کے گرد تین دفعہ چکر لگائے اور سلامتی سے زمین پر اتر آئے۔

یاد رکھئے کہ آہنی گھوڑے کا بت آج بھی چقچن کے چلہ خانہ کے نیچے تہہ خانہ میں رکھے گئے ہیں۔ جناب شاہ ہمدان نے اسی سال بت خانہ کو منہدم کیا اور جامع مسجد چقچن

کی بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھی۔

بانی چقچن

جب بدھ مت کے لاماؤں' پجاریوں اور راجہ خپلو سمیت اہالیان خپلو نے دین اسلام قبول کیا اور کوئی بھی بدھ مت کا پیروکار نہ رہا۔ تو اس مندر کو گرایا گیا اور مسجد کیلئے جگہ تیار کی گئی۔ میر سید علی ہمدان نے اپنے دست مبارک سے سنگ بنیاد نصب کی اور اپنے ساتھ آنے والے کشمیری و ایرانی معماروں کو مسجد کی تعمیر کا حکم دے دیا۔ شاہ ہمدان کی کشمیر واپسی تک مسجد کا چبوترہ تیار ہو سکا تھا۔ پھر آپ کشمیر سے ختلان جاتے ہوئے جان بحق ہوئے آپ کے مریدین مسجد کی تعمیر میں لگے رہے۔ چونکہ مسجد چقچن نہایت شاندار بنانا تھا۔ اس لئے چبوترہ کی تیاری کے بعد تعمیری کام کو مؤخر کر دیا گیا تاکہ جنگلات سے کاٹے گئے لکڑیاں خشک ہو جائیں۔

میر سید علی ہمدانی کے تبلیغی مشن مکمل ہونے کے بعد آپ یارقند چلے گئے۔ لیکن آپ کے ساتھ آنے والے مریدوں مثلاً ملا محمد علی' ملا محمد باقر نے اس چبوترہ پر جمعہ' جماعت اور اوراد و وظائف کی رہنمائی کرتے رہے۔

ماہرین میں اس بات پر اختلاف ہیں کہ اس کی تعمیر کس نے کی؟ میر سید علی ہمدانی نے یا سید محمد نور بخش نے یا میر شمس الدین عراقی نے!

مولوی حشمت اللہ مرحوم کا خیال ہے کہ اس کی بنیاد سید علی ہمدانی نے نہیں بلکہ میر سید محمد نور بخش" نے رکھی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب تاریخ جموں میں اس بات کو متعدد مقام پر پوری صراحت کے ساتھ نقل کیا ہے۔ لیکن محمد یوسف حسین آبادی نے "بلتستان پر ایک نظر" میں سید محمد عباس کاظمی نے "بلتی لوک گیت" میں' عبدالحمید خاور نے "قراقرم و ہندوکش" میں چقچن کی بنیاد رکھنے کا سرا میر سید علی ہمدانی کے سر باندھتے ہیں۔ مقامی روایات اس بات کی تائید کرتے ہیں۔

ہماری اپنی تحقیق یہ ہے کہ موجودہ چقچن خانقاہ کی تکمیل کئی مراحل میں ہوئی ہے۔ اصل عمارت کی بنیاد یقینی طور پر میر سید علی ہمدانی نے ۷۸۳ ھ میں رکھی ہے۔ پہلی منزل تک جو اعتکاف خانے یعنی فیاق کھڑو کے نام سے موسوم ہے۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی کے

بعد تکمیل کو پہنچا ہے۔ جب میر سید محمد نور بخش ۸۳۲ھ میں یہاں پہنچے تو صرف پہلی منزل مکمل ہو چکا تھا۔ آپ نے دوسری منزل کی بنیاد رکھی اور چقچن آپ کے فوراً چلے جانے کے بعد تشنہ تکمیل رہ گئی۔ مریدوں اور مقامی لوگوں کی مدد سے کام جاری رہا۔ لیکن جب ۹۱۱ھ میں میر شمس الدین عراقی یہاں پہنچے تب خانقاہ چقچن تکمیل کو پہنچی۔ اس طرح خانقاہ چقچن کی تعمیر کا آغاز ۷۸۳ھ میں ہوا تھا۔ جو ۱۲۹ برس کی مدت کے بعد منطقی انجام کو پہنچا۔ یہ باتیں ہم تحفتہ الاحباب مقامی روایات' اور کچھ تاریخی شواہد کی روشنی میں کہہ رہے ہیں۔ یہ باتیں ہم تحفتہ الاحباب' مقامی روایات اور مولوی محمد ابراہیم کا نصب کردہ کتبہ کی روشنی میں کہہ رہے ہیں۔

مولوی محمد ابراہیم نے مذکورہ کتبہ ۱۳۵۵ھ میں نصب کی ہے۔ کتبہ کی عبارت آگے ملاحظہ فرمائیں جو ۹۱۲ھ ظاہر کرتا ہے۔

تعمیرو مرمت

۱۹۲۳ء ۱۳۴۴ھ میں چقچن کی بڑے پیمانے پر مرمت ہوئی تھی مولوی محمد ابراہیم مرحوم کی ڈائری کے مطابق شمالی دیوار اور چھت پر زرخیز مٹی بچھا دی گئی۔ جسے مقامی زبان میں (سینجق) کہلاتی ہے۔ تاکہ چھت کو بارش کے قطروں سے محفوظ رکھا جائے۔ اسی سال کلس جسے چوڑو (Choroo) کہلاتا ہے اس کی تمام لکڑیوں کی تبدیلی عمل میں آئی۔

۱۹۳۶ء میں محراب کا ختم بان نصب کیا گیا اور مشرقی صحن کی اندرونی چھت پر موجود ختم بان بھی نصب کیا گیا یہ ختم بان ترکھان محمد علی' ترکھان غلام حسین' عبدالکریم' اسماعیل' محمد اور سلام نے تیار کیے۔ یہ سارے ترکھان راقم کا گاؤں برق چھن سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہوں نے ختم بان کی بناوٹ ساخت۔ اور جوڑ توڑ میں حصہ لیا۔ مولوی محمد ابراہیم نے ایک دلکش شعر بطور تاریخ لکھ کر نصب کیا جو یوں ہے۔

بے تکوین جہان حکم شد کن فیکون!
چناں ساختہ شد بدست محمد علی ختم بان
چونکہ اوست سردار اقران فن در قرن!
چناں پدرش نیز سردار فن بود در مشہور

جزاھما اللہ فی الحسنی جزا!
نعما" کما حسن الماب
ہزار شکر کہ شگفتہ شد گل چوب بوستان اکنون!
ای ابراہیم گفت ہاتھ کا نحن یاقوت والمرجان
ہر گل ختم بان گل باغ جنان!
برخ رنگین گل خندہ زنان
ماشاء اللہ اگر جنت الفردوس بروئے زمین است!
ہمین است و ہمین است و ہمین است
ای ابراہیم گفت ہاتف مصرع تاریخ سال!
ساختہ شد از طرز نورانی ختم بان چوں لب حور

مولوی محمد ابراہیم کی سربراہی میں ایک چندہ کمیٹی تشکیل دی تھی۔ جن کو مندرجہ ذیل عطیات خپلو پائین تا براہ سے مل گئی تھیں۔

۳۶٫۱۱ من غلہ
۳۹۹۴ روپے نقد
۲۱۱ سفیدے
۵ ذبنے
۴۰ سیر خوبانی
۲۰ سیر میٹھا گری

۱۹۸۴ میں مقامی انتظامیہ میں "انجمن محمدی نوربخشی نے اپنے خرچ سے صدر دروازے کو جدید انداز میں بنایا۔ علاوہ ازیں صدر دروازے سے مسجد کی سطح تک تمام سیڑھیوں کو پختہ کیا گیا۔ اس مرمت پر ۳۰۰۰۰ تیس ہزار روپے خرچ ہوئے۔ اندرونی اور بیرونی تمام منقش لکڑیوں کو مختلف رنگ و روغن لگائی گئی تاکہ لکڑیاں مزید خراب نہ ہو سکے۔ اس سلسلے میں راقم کے والد محترم اخوند محمد حسین کی سرکردگی میں ایک ٹیم تشکیل دی۔ جنہوں نے پھولدار اور خوبصورت لکڑیوں میں موجود گرد و غبار اور مٹی کو صاف کیا۔ اور ان پر مختلف رنگ و روغن کی گئی۔ اسی سال مسجد کا منبر تبدیل کیا گیا۔ پہلے وہاں گچ کا ایک تودہ

تھا۔ جس کی جگہ استاد عبدالکریم نے اخروٹ کا خوبصورت منبر نصب کیا۔ پہلے والا منبر کو ہٹانے اور نیا منبر کی تنصیب میں میرے برادر بزرگ غلام حسن نے کلیدی کردار ادا کیا۔

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کا عطیہ

۱۹۸۸ء میں مغربی اور جنوبی دیواروں کی لکڑیاں اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھیں۔ جگہ جگہ لکڑیاں علیحدہ ہو رہی تھیں۔ بعض مقامات پر دراڑیں پڑ گئیں۔ جو کہ چھت پر ڈالے گئے منوں مٹی کا نتیجہ تھی۔ یہ بات شدت سے محسوس کی گئی کہ چھت سے تمام مٹی کو ہٹا دیا جائے اور وہاں المونیم کی چادریں بچھا دی جائے۔ تاکہ دیواروں اور ستونوں پر بوجھ کم سے کم پڑسکے۔

دریں اثنا معتمر عالم اسلامی شمالی علاقہ جات کے صدر محمد علی نومسلم نے اچانک چنچن کا دورہ کیا۔ جامع مسجد کی صورت حال اور خدمات کو انہوں نے دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا۔ اور انہوں نے اس مسئلے کو صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے سامنے اٹھانے کا اعلان کر دیا۔ مولانا محمد علی نومسلم اور شاہ ہمدان اسلامک ایسوسی ایشن کی درخواست پر خوش نصیب صدر پاکستان نے فوراً دو لاکھ روپے منظور فرمائی۔

صدر پاکستان کے ملنے اور انجمن محمدی نوربخشی رجسٹرڈ کی ۵۲۰۰۰ روپے سے مسجد کی زبردست مرمت ہوئی۔ چھت سے مٹی ہٹا دی گئی۔ اور اس پر المونیم کی چادریں پھیلا دیں۔ پھولدار اور منقش لکڑیوں پر رنگ و روغن کیا گیا۔ جامع مسجد کے قیام سے اب تک طہارت خانہ نہ تھا یہ بھی تکمیل کو پہنچایا گیا۔ اعتکاف خانہ اور مشرقی و مغربی دیواروں کو پختہ کیا گیا۔ جس سے مسجد کی شان اور خوبصورت میں اور بھی اضافہ ہوا۔ اور بارش، برف، تند و تیز ہواؤں سے محفوظ ہو گئی۔ باری تعالیٰ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

خطیب و آئمہ

روایت کے مطابق ایران کے جن سات سو ۷۰۰ مریدوں نے شاہ ہمدان کے ساتھ کشمیر کا رخ کیا۔ ان میں ملا محمد علی اور ملا محمد باقر بھی شامل تھے۔ ملا محمد باقر نے باقرپی گند (Gond)

(Baqir Pi) میں جمعہ جماعت اور امامت کے فرائض سرانجام دیئے ان کی نسبت سے اس قصبے کا نام ان کے نام کے ساتھ رکھا گیا۔ ان کا مزار بھی وہیں موجود ہے۔ انہوں نے باقر پی گنڈ میں بہت بڑا خانقاہ تعمیر کر دی۔ جبکہ ملا محمد علی نے چھچن کے جملہ دینی امور کو سنبھالا ان کی اولاد میں ملالیوا کے اخوند خاندان بتائے جاتے ہیں چنانچہ سعدی فاروقی رقم طراز ہیں۔ ملا محمد علی مولانا کشیر کے جد امجد تھے جو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے ہمراہ ایران سے بلتستان چلے آئے تھے۔(۴) مولانا کشیر کے گاؤں کا نام ملا علی وا تھا جو کثرت سے استعمال سے ملا لیوا پڑ گیا ملا محمد علی کا آستانہ عالیہ چھچن کے نیچے قبرستان سادات کے کنارے موجود ہے۔ لوگ کثرت استعمال کی وجہ سے بوا مخملی (Makhmali) کہتے تھے جو اصل میں محمد علی ہے۔

میر محمد

اس کے بعد میر محمد تشریف لائے جو میر اسحاق کے بیٹے تھے۔ انہیں راجہ کھرمنگ نے بھیجا تھا۔ یہ بزرگ بڑے ولی اللہ تھے۔ دربار شاہی میں انہیں بہت تکریم حاصل تھی۔ وہ جامع مسجد چھچن کا خطیب و پیش امام بنے اس زمانے میں "بب نذر" کے نام سے خپلو پائین والے محلہ ہپی (Hipi) سے محلہ کرامنگ Karaming کے عوام پانچ توپہ کے حساب سے میر محمد کے دولت خانے پر پہنچاتے تھے جب ان کی اولاد نے شیعہ مذہب اختیار کیا تو یہ آمدنی نوربخشی عوام نے بند کر دی۔

میر محمد کی اولاد میں صرف سید محمد (سیدپا) نوربخش ہیں باقی تمام اولاد شیعہ ہو گئے۔ میر محمد کا آستانہ قبرستان سادات میں سب سے بڑا آستانہ ہے۔ اس سے متصل میر محمد جاں کا مزار ہے۔ یہ دنوں بزرگ ولی اللہ تھے۔

اخوند حسن

میر محمد چھچن شریف پر خطیب جمعہ تھے۔ لیکن وہ اپنی مصروفیات کی وجہ سے محلے کے دیگر دینی اور سماجی امور کی انجام دہی سے قاصر رہتے تھے۔ اس لئے اہلیان چھچن نے دم سم Domsom سے اخوند حسن کو بلا لائے۔ جو بڑے پرہیزگار عالم دین تھے۔ انہوں نے چلہ

خانہ اور چنچن شریف کے صحن میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ خود بھی میر محمد سے درس لیتے رہے۔ میر محمد میر محمد جان' اکبر شاہ اور اخوند حسن عبادت گزار اور غیبی کشف رکھتے تھے۔ اخوند حسن کا مزار قبرستان سادات میں واقع ہے۔

ایک روایت کے مطابق اخوند حسن نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ دم سم کبھی نہ جایا کرو۔ چنچن کی خدمات جاری رکھو۔ یہی بہترین خدمات ہیں۔ انشاء اللہ ساتویں نسل تک خاندان میں کوئی تنگی نہ آئے گی۔

اخوند حسن کی اولاد میں مولوی محمد کثیر اور ان کے بھائی اخوند حسن نے اہل حدیث مذہب اختیار کر لیا ہے جبکہ باقی تمام اولاد نور بخشی مذہب کے پیرو کار ہیں۔ مولوی محمد بشیر اور مولوی محمد اسحاق اس وقت خطیب جمعہ ہیں۔ وہی اس کے روح رواں ہیں۔

تقبان

غالباً بارہویں صدی ہجری میں بوا تقبان نامی ایک ملا محلہ انسوق Ansooq سے بلائے گئے۔ امامت کے علاوہ موذن وغیرہ کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ چنچن کی تزین و آرائش بھی ان کے ذمے تھی۔

تقبان کی اولاد میں سے اخوند حیدر نے حنفی مذہب اختیار کیا ہے ان کے بھائی اخوند عبدالکریم اب بھی چنچن کے پیش امام اور موذن ہیں۔

انتظامیہ

جامع مسجد چنچن کے جملہ انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے انتظامیہ کمیٹی قائم ہے جسے انجمن محمدی نور بخشی چنچن کہلاتا ہے اس انتظامیہ کے زیر انتظام ہر جمعہ کے بعد نمکین چائے کا انتظام ہے جو لوگوں کی باری باری سے چلتا ہے۔ جسے مقامی زبان میں چاء ریس Charas کہلاتا ہے۔ یہ ۱۹۰۷ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو شب قدر اور شعبان کی پندرھویں رات کو شب برات کی مناسبت سے اجتماعی شب بیداری کی جاتی ہے۔ ہر دو شب کو علی الترتیب سو سو رکعت نماز نفل بجا لائے جاتے ہیں۔ جس میں الحمد شریف کے بعد سورۃ القدر تین مرتبہ' سورۃ الاخلاص دس مرتبہ

پڑھی جاتی ہے۔ ساری رات جماعت کے ساتھ یہ نمازیں بجا لاتے ہیں۔ خواتین کو مسجد کے اندر الگ انتظام حاصل ہے۔ ان نمازوں کی ادائیگی کے بعد اجتماعی طور پر نماز تسبیح' نماز تہجد' بھی پڑھی جاتی ہے۔ صبح کی آذان کے فوراً بعد دعائے صبیحہ اور نماز کے بعد اوراد فتحیہ آواز با الجہر سے پڑھی جاتی ہے۔ اس کے بعد مجلس برخاست ہو جاتی ہے۔

پنجتن شریف کے لئے بہت سی منقولہ وغیرہ جائدادیں وقف ہیں انجمن محمدی نور بخشیہ ان کی نگرانی بھی کرتی ہے۔

مسجد حضرت امیر پھڑوا

یہ مسجد اگرچہ بہت چھوٹی ہے۔ مگر خوبصورتی اور تقدس میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ کلس تانبے کا ہے۔ دوہری چھت کی یہ مسجد بڑی بابرکت ہے۔ دوسری چھت کے کناروں کے نچلی رخ پر چاروں اطراف اللہ کے ننانوے اسماء کندہ ہیں۔ لوگ اس مسجد کے لئے نذر و نیاز وقف کرتے ہیں۔ خوبانی کے تیل سے مسجد کو روشن رکھا جاتا ہے۔ یہ مسجد ماشہ بروم سب ڈویژن کے موضع پھڑوا میں واقع ہے۔ پھڑوا Phrawa کی آبادی ۳۲۰ گھرانوں پر مشتمل ہے ان میں صرف ایک شخص شیعہ ہے باقی تمام آبادی نور بخشیہ ہیں۔ الحاج سید علی شاہ خانقاہ نور بخشیہ کے میر واعظ ہیں۔ الحمد للہ یہ مسجد عبادت الہی سے ہروقت معمور رہتی ہے جگہ کی تنگی کی بناء پر اس سے متصل ایک بڑی مسجد بنائی گئی ہے۔ اس کی تاریخ تکمیل ۸۶ء ہے۔

خانقاہ معلیٰ گمبہ سکردو

اس خانقاہ کو بلتستان کی سرزمین پر پہلی خانقاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ خانقاہ بہت وسیع ہے۔ یوسف حسین آبادی کے مطابق اس خانقاہ میں ۱۸۸۵ء تک نماز جمعہ باجماعت ہوتی رہی (۵) جب انیسویں صدی عیسوی کے چوتھے عشرے میں سکردو کی نور بخشی آبادی شیعہ مذہب میں تبدیل ہو گئی تو اس خانقاہ میں جمعہ و جماعت کی ادائیگی بند ہو گئی۔ رفتہ رفتہ خانقاہ ویران ہوتی گئی ایک عرصہ تک چمگادڑوں اور لومڑیوں کا مسکن بنی رہی۔ تاہم اس وقت چند شیعہ سنجیدہ رہنماؤں کی کوششوں سے از سر نو تعمیر کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ آج کل

یہ خانقاہ جدید انداز سے تعمیر ہو رہی ہے۔ اس خانقاہ کے پہلو میں ایک آستانہ ہے جو میر مختار اخیار (متوفی ۱۱۳۱ھ) کے فرزند ارجمند سید ابراہیم کی ہے۔ محمد یوسف حسین آبادی لکھتے ہیں اس خانقاہ کی تعمیر نو کا سال ۱۱۳۰ھ دروازے کے اوپر کندہ تھا۔ (۶) اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۳۰ھ میں بڑے پیمانے پر اس کی تعمیر و مرمت ہوئی تھی۔

جمعہ مسجد برق چھن

جنوبی دیوار کے کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۳۷۵ء یعنی ۷۹۷ھ میں تکمیل کو پہنچی۔ یہ مسجد جامع مسجد چقچن کی طرز پر تعمیر کی گئی ہے۔ کلس تانبے کا ہے۔ مسجد بے ستون ہے۔ البتہ چاروں صحن میں ۳۵ ستون ایستادہ ہیں۔ اندرونی چھت پر موجود کچھ ختم بان ترکھان علی کی زیر نگرانی ۱۹۲۶ء میں بنوائی۔ مسجد نہایت متبرک ہے۔ مسجد کا اندرونی دروازہ، محراب اور استعمال شدہ تمام لکڑیاں منقش ہیں۔ سارا سال خوبانی کے تیل سے روشنی بہم پہنچائی جاتی ہے دوردراز سے لوگ اس مسجد کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔

مسجد سے متصل ایک مزار ہے روایت کے مطابق یہ ایک کشمیری ترکھان کی ہے۔ جس نے مسجد کو مکمل کرنے کے بعد وصیت کی تھی کہ اگر میری موت واقع ہو جائے تو مجھے یہاں دفن کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہمارا خیال ہے کہ موضع برق چھن کے ترکھان خاندان کا جد امجد وہی ہے۔ شکور علی نامی شخص اس مسجد کا مجاور تھا اب اس کے بعد ان کے ہر روز چراغ روشن کرنے کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ اس مسجد سے بہت سی کراماتیں زبان زد خلائق ہیں۔ پچاس سال قبل کی بات ہے۔ کہ علی بابی مقامی ایک شخص موضع براہ رقص و سرور دیکھنے گیا۔ دن بھر اس سے لطف اندوز ہوتا رہا اور شام کو واپس آیا وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ تھکاوٹ کی وجہ سے نیند کا غلبہ ہوا اور وہاں سو گیا۔ صبح جب وہ بیدار ہوا تو اپنے آپ کو ایک شہتوت کی کھوہ میں پڑا پایا۔

ایک عورت اپنے شوہر کو بدعا کرنے کی نیت سے اخوند عبدالعزیز کے والد گرامی اخوند علی کے پاس آئی۔ اخوند علی نے اسے منع کیا کہ مسجد میں خلاف شرع دعا نہیں کی جا سکتی۔ لیکن وہ نہ مانی۔ آخر وہ دعا کرنے کے لئے مسجد میں چلی گئی۔ وہ پہلا دروازہ پار کر کے اندرونی دروازے تک پہنچی اور اسے کھولنے کی کوشش کی مگر نہ کھل سکی۔ آخر انہوں نے

زور سے دھکا دیا اتنے میں اندر سے اسے کسی نے ایسا دھکا دیا کہ وہ پہلے دروازے کے پار باہر کھیت میں جا گری۔ خوفزدہ ہو کر وہ عورت اخوند علی کے گھر آئی اور سارا واقعہ سنا دیا۔

جمعہ مسجد برق چھن کی بنیاد حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کے دست مبارک سے نصب ہوئی۔ اس کی چھت پر نرم مٹی بچھی ہوئی ہے۔ ڈبل چھت ہے۔

مسجد کھری ڈونگ شگر

یہ مسجد شگر خاص میں نالہ کے کنارے قدیم شاہی محل کے قریب واقع ہے۔ بادشاہ خود اس مسجد میں جمعہ و جماعت میں شریک ہوتا تھا۔ مسجد کے مشرق میں بلند پہاڑ ہے۔ پہاڑ پر کچھ تاریخی عمارتوں کے نشانات ہیں۔ روایت کے مطابق مقامی راجا اور رعایا دوسروں کے حملے کی صورت میں پہاڑ پر چلے جاتے۔ مسجد کھری ڈونگ دو منزلہ ہے۔ لمبائی اور چوڑائی میں دونوں برابر ہے۔ نچلی منزل جاڑوں کے موسم میں نماز پڑھنے کے لئے ہے جبکہ دوسری گرما کے لئے۔ اوپر کی منزل میں چاروں طرف کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں۔ جن کے ذریعے نالہ کی ٹھنڈی ہوا اندر آتی ہے۔

دونوں منزل بے ستون ہیں۔ اوپر کی منزل منقش اور بہت خوبصورت ہے۔ تمام لکڑی منقش ہیں۔ اور قدیم زمانے کے فن تعمیر' چوبکاری' پچی کاری کے اعلیٰ نمونے ہیں۔ قدیم زمانے کے ترکھان جیومیٹری کی مدد سے یہ کام بڑی مہارت سے کرتے تھے۔ اوپر کی منزل لمبائی اور چوڑائی میں برابر ہے چاروں طرف چار سے پانچ فٹ چوڑے صحن ہیں۔ چھت میں سات شہتیر ہیں۔ شہتیروں کے درمیان لکڑی کے تختے اس طرح جوڑے گئے ہیں کہ دیکھنے میں ایک ہی تختہ دکھائی دیتا ہے۔ یہ تختے ۳ فٹ لمبے اور دو فٹ چوڑے ہیں۔ جو انتہائی خوبصورت منقش ہیں۔ ان تختوں کی تعداد ۲۶ ہیں۔ بعض تختوں پر چوکور نقش کئے ہوئے بعض پر مختلف اقسام کے بیل بوٹے کھدے ہوئے ہیں۔

مقام افسوس ہے کہ مسجد غیر آباد ہے۔ چٹائی تک نہیں ہے۔ نچلی منزل دھواں سے انتہائی سیاہ اور تاریک ہے۔ جس وقت میں وہاں پہنچا مسجد کے چاروں صحن میں عمارتی لکڑیاں اور پیاز پھیلائے ہوئے تھے۔ تاکہ چوروں سے محفوظ رہے۔ راقم نے غلام مہدی کمال کے ساتھ نومبر ۱۹۹۱ میں اس کی زیارت کی ہے۔

اس کی کلس بہت خوبصورت ہے اس کی مرمت ہوئی تھی۔ دوسری منزل کی چھت کے تمام اطراف کی مرمت ہوئی تھی۔ مقامی لوگوں کی لاپرواہی کی وجہ سے مسجد ویران ہو گئی ہے۔

مسجد محلہ برونجی

یہ مسجد شہر خاص میں محلہ اکپہ کے مقام پر واقع ہے۔ مسجد یک منزلہ ہے۔ کسی زمانے میں اس کا کلس اور چھت خانقاہ معلی سری نگر کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ دیکھ بھال کے فقدان کی وجہ سے یہ گر کر تباہ ہو گئے ہیں۔ دور سے ایسا لگتا ہے جیسا کہ بے سر مرغ۔

مسجد میں نمازیوں کی صرف چار پانچ صف آ سکتی ہے۔ مسجد کی چوکھٹ پر یہ کلمہ کندہ ہے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ مسجد کے اندرونی منقش لکڑیوں پر سورۃ مزمل جناب شاہ ہمدان نے اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائی تھی۔ مشرقی دروازے پر بسم اللہ سے شروع کر کے چاروں طرف چکر دے کر اسی جگہ ختم ہوتا ہے۔ جس کی نشاندہی مولوی حشمت اللہ خان نے تاریخ جموں میں بھی دی ہے۔ مسجد میں ایک دری بچھی ہوئی ہے۔ چھت کے چاروں کنارے زمین بوس ہو گئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ شاہ ہمدان کے اس یادگار مسجد بلکہ ساتویں صدی ہجری کے اس شاندار تاریخی مسجد کو محفوظ بنائی جائے تاکہ ان آثار کو دیکھ کر مسلمانوں کی عظمت کا پتہ چل سکے۔ اور مسلمانوں کی عظیم الشان کارنامے زندہ جاوید رہے۔

مسجد امبوڑک AMBORIK

اس مسجد کا کلس گر کر برآمدے میں پڑا ہوا ہے۔ اس کی مرمت کبھی نہیں ہوئی۔ چھت کے چاروں طرف کی حفاظتی لکڑیاں چھت سے لٹک رہی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی تمام لکڑیاں منقش اور پھولدار ہیں۔ مسجد کے چوکھٹ پر یہ کلمہ کندہ ہے۔ یا اللہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اللھم صلی علی محمد وآل محمد

محراب پر یہ کلمہ مرقوم ہے

یافتاح یااللہ یارحمن یا رحیم یا مالک یا قدوس اللھم نصر من اللہ و فتح قریب و بشر المئومنین۔

بیرونی دائیں کھڑکی کی چوکھٹ پر فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین کندہ ہیں۔ مسجد کے صحن میں چھت سے گرنے والی لکڑیوں کا ڈھیر ہے۔ مسجد مرمت کے لئے پکارتی ہے مگر کوئی پرسان حال نہیں۔ وہاں کچھ نوربخشی آبادی بھی ہے مگر علمی کاموں اور تاریخی آثار سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی مسجد میں چراغ و فانوس کا انتظام ہے۔ صرف ایک صف کے لئے دری بچھی ہوئی ہے۔

اوپر میں نے جن مساجد کا ذکر کیا ہے۔ جامع مسجد چقچن' برق چھن' خپلو کے تینوں مساجد نوربخشی اکثریت والے علاقے میں ہیں اور نوربخشی لوگ ان کی ظاہری تعمیر و ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ وہاں عبادت کرتے اور ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً ساڑھے چھ سو سال کا عرصہ گذرنے کے باوجود نہ صرف یہ محفوظ ہیں بلکہ ان کی زینت و آرائش بھی پہلے کے مقابلے میں آج کل اضافہ ہوا ہے۔ جبکہ خانقاہ گمبہ سکردو' مسجد امبوڑک' مسجد چھ برونجی وغیرہ ایسے علاقوں میں ہیں جہاں نوربخشی آبادی شیعہ فرقے میں تبدیل مذہب کر گئی ہے۔ مذہبی رجحانات میں تبدیلی کے بعد ان مساجد کا کوئی پرسان حال نہیں جس کی وجہ سے یہ مساجد راہی عدم ہونے کے قریب ہے۔

خانقاہ شاہ ہمدان سری نگر

کشمیر میں خانقاہ شاہ ہمدان کو متبرک مقام سمجھا جاتا ہے۔ اس خانقاہ کو تاریخی کتب خصوصاً تحفۃ الاحباب میں خانقاہ ہمدانیہ کا ذکر آیا ہے۔ اس کے علاوہ خانقاہ متبرکہ ہمدانی' مہبط انوار صمدانی' منزل فیوض ربانی' مطاف ملائکہ روحانی آیا ہے۔ اہل کشف اور اولیاء اللہ کے نزدیک اس خانقاہ کو بہت متبرک حاصل ہے۔

جب میر شمس الدین عراقی ۸۸۸ھ میں کشمیر وارد ہوئے اس وقت خانقاہ کی شیخ حاجی تمش تھا (۷) ایک مدت کے لئے شیخ شہاب ھندی اس خانقاہ ہمدانیہ کا شیخ بنے (۸) اس واقعہ کو فاضل مصنف محمد علی کشمیری اس طرح لکھتے ہیں کہ

ایک دفعہ ملک سیف دار کی حکومت تھی۔ ملک ابراہیم ماگری اس کے مدمقابل آیا اور

ملک سیف دار کوہستان کی جانب بھاگ نکلا۔ عنان حکومت ملک ابراہیم ماگری کے ہاتھوں آ گئی۔ ملک ابراہیم ماگری شیخ شہاب ھندی کا داماد تھا۔ شیخ نے کفر کے فتووں کے ذریعے ملک سیف دار کے ایک ہزار لوگوں کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ لوگ ملک ابراہیم ماگری سے بدظن ہو گئے۔ اور کوہستان میں ملک سیف دار سے خفیہ ملتے رہے۔ آخر ملک سیف دار نے بھرپور حملہ کر دیا۔ ملک ابراہیم ماگری بھاگ گیا۔ جب حکومت کی بھاگ دوڑ ملک سیف دار کے ہاتھوں آ گئی۔ انہوں نے کل علماء زعماء کا ایک اجلاس خانقاہ ہمدانیہ میں بلا لیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ شیخ شہاب ھندی کو گفتگو کے ذریعے مغلوب کر لے۔ اس اجلاس میں میر شمس الدین عراقی کو بطور خاص بلا لیا۔

اجلاس سے قبل میر شمس الدین عراقی نے علماء سے بالعموم شیخ شہاب ھندی سے بالخصوص کہا کہ دوران گفتگو اور بحث کے دوران میری ذات پر جو بھی تنقید کرے برداشت کروں گا لیکن میرے محترم پیران پیر اور مشائخین کے لئے بد کلامی ہرگز نہ کیا جائے۔ جو بھی اس کے بارے میں غلیظ زبان استعمال کرے گا اس وقت مجھے قوت برداشت نہ رہے گی۔

ملک سیف دار نے اجلاس میں بحث کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ اسلام میں جو شخص مسلمان اور ایک کلمہ گو کے لئے کفر کا فتویٰ داغ دے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

شیخ شہاب ھندی اٹھا اور بات کو ٹالنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد میر شمس الدین عراقی اٹھے۔ انہوں نے حضرت شاہ قاسم فیض بخش کے حوالے سے گفتگو کا آغاز کر دیا۔ اسی اثنا میں شیخ شہاب اٹھا اور کہا کہ حضرت شاہ قاسم کون ہوتے ہیں؟ انہوں نے اپنی زندگی کو فضول عبادتوں میں گزار دی۔ اس وقت میر شمس الدین عراقی کو برداشت نہ ہو سکی۔ انہوں نے شیخ شہاب کے منہ میں ایک زور دار مکا رسید کیا اجلاس ہنگامہ کی نذر ہو گیا۔

شیخ شہاب ھندی اور ان کے حامیوں کی کثیر تعداد نے ہندوستان کی جانب ترک وطن کرنے کی دھمکی دی۔ مگر ملک سیف دار نے انہیں روکا اور خانقاہ شاہ ہمدان کی تولیت ان کو دے دی گئی۔ جب شیخ شہاب ھندی خانقاہ ہمدانیہ کا شیخ بنے تو انہوں نے حضرت امیر کبیر سید علی ہمدان کے زمانے سے رائج اوراد فتحیہ عصریہ کو بند کر دیا۔ اس کی جگہ انہوں

نے اوراد قادریہ کو رائج کر دیا۔ میر شمس الدین عراقی نے دیکھا کہ شیخ شہاب نے خانقاہ ہمدانیہ میں اوراد فتحیہ اور عصریہ کو بند کر دیا ہے۔ انہوں نے اس کے ازالہ کے لئے کوششوں کا آغاز کر دیا۔ آخر سلطان حسن شاہ کے ارکان دولت اور امراء نے خانقاہ ہمدانیہ کا شیخ میر شمس الدین عراقی کو تسلیم کر لیا۔ اس سلسلے میں شاہی فرمان جاری کر دیا ملاحظہ ہو۔

بفرمان ہمایوں اعلیٰ لازال عالیا۔

وبحکم جناب امیر الامراء سید محمد حسینی و مشافہ ملک ابراہیم ماگری و ملک شمس چک و ملک عیدی رینہ وجمیع ارکان دولت و اعیان مملکت توقیع رفیع اسطاری یابد مشتمل بریں معنی کہ

خانقاہ ہمدانیہ کہ منزل فیوض ربانیہ با جمیع استقامات و قریات کہ از زمان حضرت سیادت مآب سعادت انتساب امیر اشرف امجد امیر سید محمد ہمدانی قدس اللہ سرہ الصمدانی الیٰ یومنا ھذا دریحٔ آن وقف شدہ بتحویل و تولیت حضرت ارشاد مآب ولایت اکتساب قطب المحققین قدوۃ المرشدین زبدۃ ارباب الکشف والیقین المتوکل علی الملک المعین المختص بعنایات اللہ باقی حضرت شیخ شمس الدین محمد عراقی طالب حالاتہ ودامت کمالاتہ مفوض و مسلم گردانیدہ شد وجمیع امور و اعمال و مہمات و اشغال ں بقعہ مبارکہ ازحل و عقد و قبض و سبط و عزل و نصب و امرو نہی باختیار آنحضرت را گذاشتہ شد چنانچہ ہیچ احدی را از ملوک عظام وامراء و حکام بلکہ فردی را از افراد انام من الخواص والعوام خلاف رائی آنحضرت دراں بقعہ شریفہ تداخل و تصرف و تحکم نہ باشد و بہر چہ صواب دید آنحضرت تو اند بود امرو ناہی و صاحب اختیار باشد و بموجب وقفیہ کہ بدستخط شریف سیادت مآبی قدس سرہ مسطور است باحیای مراسم و اطوار و اوراد واذ کار حضرت علی ثانی امیر سید علی ہمدانی ساکنان و متوطنان آن منزل مبارک ارشاد نما بندو مجاوران واہل وظائف ان بقعہ شریفہ راھدایت و رہنمائی فرمایند فمن بدلہ بعد ما سمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ۔

والسلام علی من رتبع الھدیٰ جزو بامراللہ التعالی اعلاء اللہ تعالی (٩)

جب میر شمس الدین عراقی کو خانقاہ ہمدانیہ کا حاکم بنا دیا گیا۔ انہوں نے خانقاہ کی توسیع و مرمت کا آغاز کر دیا۔ چلہ کشی کے حجروں میں اضافہ کر دیا۔ اس کے تزئین‘ آرائش میں مزید نکھار آ گیا۔ انہوں نے وہاں خمس صلوات باجماعت کا اہتمام کر لیا اور صبح و عصر کے اوقات میں اوراد فتحیہ اور عصریہ کو رائج کر دیا۔ ہر روز صبح و عصر کو سو ترکھ چاول خانقاہ کی مطبخ میں پکتے تھے اور انہیں فقراء مساکین اور اوراد پڑھنے والوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

خانقاہ ہمدانیہ سری نگر اصل میں ایک جوگی کی نشست گاہ تھی۔ جوگی کو حضرت امیر کبیر علیہ الرحمتہ کے ساتھ مناظرہ کی تاب نہ تھا اور وہ ہندوستان کی جانب بھاگ نکلا حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی نے اس مقام کو چبوترہ بنا دیا۔ چنانچہ فاضل مصنف اپنی کتاب تحفتہ الاحباب میں رقم طراز ہیں۔

ارباب اخبار صادق کی زبانوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت امیر سید علی ہمدانی قدس اللّٰہ سرہ اس دیار میں نزول ارزانی فرمائی۔ وقت کے سلاطین اور حکام نے آنحضرت کو علاؤ الدین پورہ کے مسافر خانے میں ٹھہرایا۔ سلطان قطب الدین آنحضرت کی زیارت کی غرض سے آیا۔ وہ جگہ جہاں آنحضرت کا خانقاہ متبرکہ تعمیر کی گئی جہاں ایک جوگی رہائش پذیر تھا۔ جو کافی عرصہ سے یہاں مقیم تھا۔ اس دیار میں وہ بہت مشہور و معروف تھا۔ جوگی عجیب و غریب کام کرتا تھا۔ ان کی شعبدہ بازی سے جہال ان کے دام فریب میں گرفتار تھے۔ ان کا معتقد بن گئے تھے۔ ان کے مکرو فریب اور خوارق و عادات کو کرامات سمجھ بیٹھے تھے۔

لوگوں نے حضرت امیر کے سامنے اس جوگی کے متعلق عجیب و غریب کہانیاں بیان کیں۔ آنحضرت جوگی کو دیکھنے گئے۔ آنحضرت ان کے سامنے گئے اور نصیحت و ہدایت کی۔ مگر اس بد بخت نے آنحضرت کی نصیحت کو رد کر دیا۔ اور تکبر کے ساتھ کہا کہ میرے پاس جو کچھ ہے تجھے دکھاؤں گا جو کچھ تیرے پاس ہے مجھے دکھا دو۔ اور غرور و تکبر کرنے کے بعد اکثر جوگیوں کے طریقے کے مطابق زمین سے ہوا میں بلند ہوا اور قد انسانی کے برابر اوپر آ گیا۔ حاضرین مجلس حیرت زدہ رہ گئے۔ انہوں نے اسے کرامات میں شمار کرنے لگے۔ حضرت امیر کبیر قدس اللہ سرہ نے دیکھا کہ جوگی کا یہ کام لوگوں کو گمراہی اور جہالت میں

گرفتار کر دے گا۔ آنحضرت نے اس مجلس میں غیرت دین اور حمیت اسلام دکھایا۔ اپنی مبارک جوتیوں کو اشارہ دیا۔ آنحضرت کے کفش مبارک جوگی سے اوپر آیا۔ اور اس کے سر پر مارنے لگے۔ اسی تھپڑ کے زور پر کافر کو نیچے اتار لیا۔ جیسا کہ شاہین گدھ کو پکڑ کر لاتا ہے۔ آنحضرت کے مبارک جوتیوں نے اس ضال و مضل کو فضا سے اتارا اور شرمندگی کی خاک پر لے آیا۔ آنحضرت نے اسے وعظ و نصیحت فرمائی۔ مگر ان کا دل پتھر سے بھی سخت تھا۔ کچھ اثر نہ ہوا۔

آنحضرت دل برداشتہ ہو کر اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے۔ اس کے بعد یہ جوگی شرمندہ ہو کر اپنے اسباب کو اٹھایا اور ہندوستان کی جانب بھاگ گیا۔

آنحضرت نے جوگی کی نشست گاہ کو صالحین کی مسجد کے لئے ہموار کر دیا۔ اور اسے چبوترہ بنا دیا۔ تاکہ یہاں پانچ اوقات کی نماز باجماعت ادا ہو جائے۔ مریدوں نے صبح اور عصر کے اوقات میں آنحضرت کے ساتھ اوراد پڑھنے لگے۔ آنحضرت کے اس طریق کار کو دیکھ کر سلطان قطب الدین کے عقیدت اور اخلاص میں مزید اضافہ ہوا۔

آنحضرت نے بادشاہ' امراء' وزراء کو نصیحت کی۔ ان کو مریدوں اور فیض کے دائرے میں داخل کر دیے۔ اور اوراد پڑھنے میں موافقت کی۔ سلطان قطب الدین نے آنحضرت کی باتوں پر اتنا عمل نہیں کیا جتنا کہ کرنا چاہئے تھا۔ اسلام اور شریعت کے نفاذ کے لئے کچھ نہیں کیا البتہ اتنا کیا کہ دو سگے بہنیں ان کی عقد میں تھیں ایک کو الگ کر دیا اور دوسری کے ساتھ تجدید نکاح کر لیا۔(۱۰)

شاہ ہمدان کی پیش گوئی

حضرت امیر کبیر نے اپنی کشف کے ذریعے سلطان قطب الدین سے فرمایا کہ اعتلائی نفس و ہوا تغلب شیطان دعا عنان اختیار بدست اقتدار تو نہ دادند کہ رونق دین متین نبوی و رواج شرع مبین مصطفوی می نمودی اما امید و رجای ایں داعی واثق است کہ حضرت واجب الوجود از صلب تو مولودی مسعود در عالم شہود بصر ای وجود موجود سازد کہ توفیق حصول ایں دولت کبریٰ وصول بایں سعادت عظمٰی نصیب روزگار او را خواہد بود و شک نیست کہ حق تعالیٰ ترا ازیں منکوحہ مستورہ کہ تجدید نکاح او را نمودہ فرزند ارجمندی بخشد و باید کہ او

را باسم سکندر می سازی و فرزند من سید محمد کہ در ختلان است در وقت سلطنت و ہنگام حکومت سلطان سکندر بدیں دیار خواہد رسید و از حسن اہتمام سید محمد و مساعی جمیلہ سلطان سکندر احکام شریعت اطہر و قواعد دین پیغمبر رواج تمام و خواہد یافت واز دست ہدایت و حکومت ایشاں اعلام اسلام و زیارت احکام بکمال ارتفاع وغایت ارتقا خواہد رسید وآثار کفر و شرور و نشان فسق و فجور ازیں ممالک او حجاب عدم خواہد کشید وآں فرزند دلبند تو بہمت بلند و نہمت ارجمند چناں شکست اوثانی و کسر اصنام و دفع قواعد اہل ضلال ورفع آثار فجور و اثام نماید کہ اور اسکندر بت شکن خواہد گفت۔

اس پیش گوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان قطب الدین کا نور نظر سلطان سکندر کے لئے نام حضرت امیر کبیرؒ نے تجویز فرمائی تھی۔ سلطان سکندر کی مساعی جمیلہ اور میر محمد ہمدانی کی کوششوں سے اسلام وہاں ظہور پذیر ہوا۔ اسلام اور اسلام کے قوانین کو استحکام ملنے کے بعد حضرت امیر سید محمد ہمدانی قدس سرہ نے اپنے والد بزرگوار کا تیار کردہ چبوترہ پر خانقاہ کی بنیاد رکھی۔ اور وہاں عمارت کھڑی کر دی۔ خانقاہ شاہ ہمدان کی تکمیل کے بعد "بتلال" اور دوجی نامی دیہات کو بادشاہ سے خرید لیا اور صبح و عصر کے بعد اوراد پڑھنے والوں اور دوسرے فقراء و مساکین کے لئے ان دیہات کی آمدنی سے کھانا اور آب گوشت تیار کرتے اور انہیں کھلاتے تھے۔ اور دونوں دیہات کو خانقاہ کے نام پر وقف کر دیا۔

میر شمس الدین عراقی (متوفی ۹۳۲ھ) کے بعد ان کا نور نظر میر دانیال شہید خانقاہ ہمدانیہ کا شیخ بنے۔

شاہ ہمدان کے آثار

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی وہ شخصیت ہے جنہوں نے بلتستان میں جا بجا مختلف نشانات یادگار چھوڑے۔ لوگ ان نقوش کا بہت احترام کرتے ہیں۔ بعض معتقدین ان نشانات کو ہاتھ سے چھو کر چہروں پر مل لیتے ہیں تاکہ خیر و برکت اور فوز و فلاح حاصل ہو۔ لوگ ان نشانات کی بڑے شوق سے زیارت کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان نشانات کو سلسلہ وار لکھنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ایک پاؤں کا نشان

چین کے شہر زیتون میں محفوظ ہے جبکہ دوسرے کا نشان سری لنکا میں ہے۔ مسلمان ان دونوں نشانات کی زیارت کے لئے بکثرت جایا کرتے ہیں۔ سری لنکا میں قدم آدم کے متعلق سید محمد رضا تحریر فرماتے ہیں۔

سری لنکا کا دوسرا نام سیلون ہے۔ یہ ہندوستان کے جنوب میں بحر ہند میں واقع ہے۔ کوہ آدم کا علاقہ ڈھائی سو میل لمبا اور سو میل چوڑا ہے۔ اس میں کوہ آدم واقع ہے۔ حضرت آدم نے بہشت سے نکلتے ہی اس پہاڑی پر قدم رکھا جس کا نشان اب بھی ہے۔(۱۱)

ڈاکٹر سید آغا حسین ہمدانی خلاصۃ المناقب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جناب شاہ ہمدان نے سراندیب (لنکا) میں حضرت آدم کے نقش پائی کی زیارت کی۔ (۱۲) بڑے بڑے اولیاء کرام اپنے نشانات چھوڑ جاتے ہیں۔

برق چھن ری (Braqchhan Ree)

ری مقامی زبان میں گرمائی چراگاہ کو کہتے ہیں برق چھن ری چھلو کے مغربی پہاڑ کا نام ہے کیونکہ یہ پہاڑ برق چھن محلہ کی ملکیت ہے اس لئے برق چھن ری کہلاتا ہے۔

قدیم زمانے میں راجاؤں کے درمیان جنگ و جدل کے موقع پر لوگ پہاڑوں میں جا کر محفوظ ہو۔ تے تھے۔

بلتستان بھر میں ری پہاڑوں اور آبادی سے دور ڈھلانوں پر بنائی جاتی ہے۔ جہاں علاقے کی مویشیوں مثلاً بھینس، زو، زومو، گائے بھیڑ بکری وغیرہ رکھی جاتی ہیں۔

برق چھن کی اپنی ایک ری پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ جبکہ اسی پہاڑ کے متصل براہ (Brah) والوں کاری ہے۔ برق چھن ری کی نسبت براہ ری میں پانی اور گھاس کی فراوانی اور چراگاہ بہت وسیع ہے جب کہ برق چھن ری میں پانی اور گھاس کی کمی ہے۔ قدرتی طور پر برق چھن والے براہ ری سے استفادہ کرتے ہیں۔ لیکن دونوں کے درمیان ایک بڑا پہاڑ حائل ہے جسے عبور کرنے کیلئے برق چھن والوں نے لکڑی اور پتھر کے تختے جوڑ کر راستہ بنایا ہے یہ راستہ بلتستان میں خطرناک ترین پہاڑی راستہ شمار ہوتا ہے۔ ایک طرف ہزاروں فٹ بلند پہاڑ ہے اور دوسری طرف ہزاروں فٹ نشیبی کھائی۔ اس خطرناک راستے کو لوگ "سکا" کہہ کر پکارتے ہیں۔ یعنی سیڑھی والا راستہ۔ زمانہ قدیم میں لوگ اسی

راستے سے نیچے گرتے رہتے تھے۔

جب حضرت امیر کبیر تبلیغی دورے پر چھچن تشریف لائے اہل برق چھن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یاامیر پہاڑ پر ایک خطرناک راستہ ہے اس سے مامون و محفوظ رہنے کیلئے دعا فرمائیں۔ حضرت امیر نے ان کی اس عرض کو قبول فرمایا اور فوراً پہاڑی کسکا کو دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ پہاڑ پر چڑھ گئے اور کسکا کے قریب پہنچے۔ خطرناک راستہ کو دیکھ کر آپ نے دعا فرمائی کہ مولا! ان لوگوں کو اس خطرناک راستہ سے محفوظ فرما۔ آپ کی دعاؤں کی تاثیر دیکھئے کہ ساڑھے چھ سو سال گزرنے کے باوجود انسان تو کجا ایک جانور تک نہیں گرا۔

کسکا کے قریب ایک ہموار پتھر ہے' آپ نے اس پر ہاتھ پھیر لیا دسویں انگلیوں کے نشانات اب بھی پتھر پر موجود ہیں۔ بروق کے باسیوں کو اگر کوئی تکلیف' پیٹ درد' سر درد وغیرہ ہو جائے تو اس پتھر پر تھوڑی سی مٹی ڈال لیتا ہے اور اپنے پیٹ' سر پر مل لیتا ہے اور اس کی تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ یہ پتھر جناب شاہ ہمدان کی یہاں تشریف آوری کا گواہ ہے۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر/ دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

عصا کا نشان

دنیا کی بلند ترین جنگی محاذ سیاچن گلیشیر سلتورو (Saltoro) میں واقع ہے۔ یہ علاقہ سطح سمندر سے بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ تند و تیز ہواؤں اور سخت سردی کی وجہ سے کوئی پھل نہیں پکتے۔ یہ علاقہ سارا سال سردی کی لپیٹ میں رہتا ہے۔

شاہ ہمدان ۷۸۳ ھ میں سلتورو میں وارد ہوئے' آپ یہاں سے کندوس ویلی کے ذریعے چینی شہر یارقند جانا چاہتے تھے۔

اس زمانے میں موجودہ سیاچن گلیشیر ناقابل عبور نہ تھی۔ یہ گلیشیر اندر سے کئی دروں پر مشتمل تھی۔ ان دروں کے ذریعے نوبراہ (Nobrah) لداخ اور یارقند' ترکستان جا سکتے تھے۔ انہی دروں سے بلتستان کے لوگ ان علاقوں میں اور وہاں کے لوگ بلتستان میں

آتے جاتے تھے۔ تجارتی قافلے ہمیشہ رواں دواں رہتے تھے۔ آج بھی بلتستان کے گھروں میں یارقندی سماوار' لداخ کے فیروزے موجود ہیں۔ عمر رسیدہ لوگ تجارت کیلئے آنے والے بدھوں کے رسم و رواج' خورد و نوش اور رہن سہن کے متعلق بہت سے قصے کہانیاں سناتے ہیں۔

یہ سیاچن گلیشیر کا راستہ انیسویں صدی کے وسط تک کھلا تھا اور تجارتی قافلے بلتستان آتے تھے۔ تاریخ جموں کے مطابق ۱۵۳۲ء' ۹۳۹ ھ میں یارقند کے بادشاہ سلطان سعید خان نے ایک ہزار سپاہیوں کی مدد سے سیاچن کے راستے بلتستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ (تاریخ جموں ص ۵۴۲)

سیاچن گلیشیر کے ذریعے چین جانے کے درے کا خود مولوی حشمت اللہ خان نے مشاہدہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں سیاچن گلیشیر کے اوپر انسانی فرودگاہ کے نشانات اب بھی ہیں جسے میرے دوست اطالوی پروفیسر جوتوڈائی نیلی نے دکھائے۔ یہاں سے آگے چل کر یارقند وادی میں اترتا ہے۔ (ایضاً)

انیسویں صدی کے وسط تک بلتستان کے لوگ بیک وقت چین یارقند' لداخ اور سری نگر کی سرحدوں میں داخل ہو سکتے تھے۔ چونکہ یہ علاقہ ان علاقوں سے دور نہ تھا۔

یوسف حسین آبادی لکھتے ہیں کہ خپلوتا نوبراہ ۱۴۷ میل جبکہ نوبراہ تا یارقند ۴۱۵ میل ہے۔ (بلتستان پر ایک نظر ص آخر)

شاہ ہمدان کیلئے یہ سفر چنداں مشکل نہ تھا۔ سلتورو میں کئی بستیاں آباد ہیں۔ جب آپ سیٹ (Sait) نامی گاؤں میں پہنچے۔ اس وقت آپ کھیتوں سے گزر رہے تھے۔ ایک عورت کھیت میں گوڈی میں مصروف تھی۔ اس عمل کو مقامی زبان میں یورما (Yoorma) کہتے ہیں۔

گرمی اور سفر نے پیاس سے بے حال کر دیا تھا۔ عورت سے فرمانے لگے کہ پانی ہے؟ عورت نے اثبات میں سر ہلایا وہ گھر چلی گئی ۔ برتن میں دودھ لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ آپ نے دودھ نوش فرمایا اور دعا دی کہ باری تعالٰی اسے اور جملہ عورتوں کو اس مشقت کام سے نجات فرما۔

آپ کی دعاؤں کا اثر دیکھئے کہ یہاں فصل کے ساتھ گھاس بھی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

جولائی کے وسط تک گھاس فصل سے بڑھ جاتی ہے۔ اگست میں گھاس زرد رنگ پکڑتی ہے۔ اس مہینے کے اواخر میں گھاس خود بخود اکھڑ جاتی ہے اور مٹی میں مل کر قدرتی کھاد بن جاتی ہے۔ اکتوبر کے اواخر میں کھیتی بہترین پیداوار دیتی ہے۔ ہماری اس بات کی تائید زاد الجنان کے مصنف بھی کرتے ہیں۔

بخدمت کرہمسر شریک زنے
بخاطر آں پیر رایک دہے
زنان ہمہ آں دہ بودند اسیر
بکشت شان از گیاہ زائد کثیر
بفضل دعائے فرخندہ پیر
رہائید جملہ از محنت کبیر (۱۳)

شاہ ہمدان دیہات میں پہنچے تو ایک خاتون نے آپ کی خوب خاطر مدارت کی۔ اس دیہات کی تمام عورتیں گوڈی کی مشقت میں ہمیشہ مبتلا رہا کرتی تھیں اس پیر فرخندہ کی دعاؤں کے نتیجے میں تمام عورتوں کو اس محنت شاقہ سے نجات مل گئی۔

شاہ ہمدان نے جس کھیت کے کنارے سے دودھ پیا تھا۔ اس کھیت کے کنارے ایک ہموار چٹان ہے۔ جس کی اونچائی ۳ فٹ اور قطر ۸ فٹ ہے۔ آپ اس پتھر پر اس طرح بیٹھ گئے جس طرح خطیب منبر پر بیٹھتا ہے۔ آپ کے عصا کی نوک پتھر میں دھنس گئی اس کا نشان اب بھی ہے۔ ستورو کے لوگ اس پتھر کو متبرک سمجھتے ہیں۔ کھیت کا مالک بھی اسے باعث خیر و برکت سمجھتا ہے۔ اس پتھر کے نیچے کھیت کا ایک حصہ دبا ہوا ہے ایسے پتھروں کو توڑ کر جگہ خالی کرنے کا یہاں رواج ہے مگر اس کھیت کے مالک نے حسن عقیدت کی وجہ سے ابھی تک ایسا نہیں کیا ہے اس طرح یہ یادگار پتھر اب تک محفوظ ہے۔
روایت کے مطابق جس جانور کا دودھ آپ نے پیا تھا وہ جانور پانچ برس تک دودھ دیتا رہا۔

ستورو کے کھیت دنیا کے منفرد کھیت ہیں۔ یہاں گھاس نسبتاً بکثرت پیدا ہوتی ہے اور خود بخود اکھڑ کر قدرتی کھاد بن جاتی ہے۔ کھیت ڈھلوان ہیں۔ کیاریاں بھی بلندی سے نیچے بنائی جاتی ہیں۔ کھیت کے اندر پیدا ہونے والی گھاس کھاد بن جاتی ہے جبکہ باہر کی گھاس' گھاس ہی رہتی ہے۔ یہ وہ واحد نرالے کھیت ہیں جنہیں گوڈی کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کھیتوں کے مالک گھاس کو بڑھنے میں کوشش کرتے ہیں تاکہ عمدہ اور زیادہ پیداوار حاصل ہو۔ بعض لوگ کھیتوں میں قدرتی کھاد بھی ڈالتے ہیں۔

چھوربٹ ضلع گانچھے کا تحصیل ہے۔ جو ضلع گانچھے سے ۱۳۰ کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ علاقہ صرف ایک درے پر مشتمل ہے۔ جو لداخ' نوبراہ تک جاتا ہے۔ حضرت شاہ ہمدان نے ۷۸۳ ھ اور ۷۸۵ ھ میں تبلیغ دین کے دوران لداخ' سلتورو میں داخل ہوتے وقت اسی درے کو استعمال کیا تھا۔ چھوربٹ کے علاقے میں دوسرے علاقوں کی نسبت آثار شاہ ہمدان بہت زیادہ پائے جاتے ہیں۔

۱۔ چھوربٹ ٹیا تھی میں ایک لامہ رہائش پذیر تھا۔ حضرت شاہ ہمدان نے انھیں اسلام کی دعوت دی مگر وہ انکار کر گیا اور سحر جادوگری کی بنیاد پر ناز کرنے لگا اور کہا کہ میری کرامات مان جائیں' یہ کہہ کر انہوں نے سورج کی کرن کو پکڑ لیا اور فضاؤں میں غائب ہوا۔ شاہ ہمدان نے اپنی جوتیوں کو اشارہ دیا اور وہ فضاؤں میں جا کر لامہ کے رخسار پر برس پڑے اور نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ جس پتھر پر بیٹھ کر حضرت امیر نے مناظرہ کیا تھا وہ پتھر اب بھی موجود ہے۔ عقیدتمندوں نے اب اس کے اردگرد چاردیواری کھڑی کر کے مسجد کی شکل دے دی ہے۔ (۱۴)

۲۔ چھوربٹ پرتوک سے گزرتے وقت حضرت امیر نے ایک پتھر کے قریب ٹھوکر کھائی اور خون بہہ نکلا۔ خون کو پتھر پر ملتے ہوئے فرمایا "میں تمہارے لئے یہاں یادگار چھوڑ جاتا ہوں۔" روایت کے مطابق حضرت امیر جب یہاں سے گزر گئے۔ رات کو مقامی باشندوں نے دیکھا کہ وہاں نور پھوٹتے رہے ہیں۔ یہ سلسلہ چند روز تک جاری رہا۔ لوگوں نے اسے چاردیواری میں محفوظ کر لیا۔ اس وقت پختہ دیوار سے اس مقام کو مزید محفوظ کر لیا ہے۔ (۱۵)

۳۔ عصاء مبارک۔ چھوربٹ فرانو کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں حضرت شاہ ہمدان کا عصاء مبارک پایا جاتا ہے۔ یہ عصا خانقاہ نور بخشیہ میں محفوظ ہے جو عام نظروں سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ عصا کے دونوں سرے لوہے کے ہیں۔ دونوں سرے دو اطراف سے لوہے سے ملے ہوئے ہیں۔ ہاتھ میں پکڑے جانے کا سرا چھتری نما ہے جو ہاتھوں کی حرکت کے ساتھ ہلتا رہتا ہے۔ دونوں سروں کا درمیانی حصہ لکڑی کا ہے۔ عصا پردے میں بند ہے۔ خانقاہ نور بخشیہ فرانو کے خطیب میر اسحاق ہیں۔ جو

جمعہ کے روز عصائے مبارک لے کر خطبہ دیتے ہیں۔ راقم نے مسٹر ناصر حسین کے ساتھ جنوری ۱۹۹۳ء میں اس عصا کی زیارت کی ہے۔

۳۔ لوٹا مبارک خانقاہ نور بخشیہ پرتوک کے میر واعظ میر جلال الدین ہیں۔ ان کے جد امجد حضرت میر شمس الدین عراقی ہیں۔ جن کا سلسلہ حضرت امام علی رضاء سے جا ملتا ہے۔ میر جلال الدین بہت بڑے عالم اور پرہیز گار شخصیت کے مالک ہیں۔ ان کے دولت سرا میں حضرت شاہ ہمدان' سید محمد نور بخش اور نور بخشی بزرگوں کی کتابوں کی لائبریری قائم ہے۔ میر جلال الدین کی دعائیں چھوربٹ اور اس کے گردونواح میں بسنے والے بیمار انسانوں کیلئے تریاق کا کام دیتی ہیں۔ ان کی پرہیزگاری' عبادت گزاری کی وجہ سے بلتستان بھر میں مشہور ہیں۔

ان کے والد گرامی کا نام میر قاسم شاہ ہے جو بہت بڑے عالم ہو گزرے ہیں۔ علاقہ فرانو میں ایک شخص کے پاس حضرت شاہ ہمدان کا لوٹا مبارک موجود تھا جو انتہائی خفیہ طریقے سے محفوظ رکھے گئے تھے۔ اس شخص نے سوچا کہ میر قاسم شاہ وقت کے بڑے عالم ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنی ملکیت میں موجود لوٹا مبارک ان کے حوالے کر دیا۔ آج کل یہ میر جلال الدین کے پاس محفوظ ہے۔

لوٹا تانبے کا ہے۔ اس کی نالی بہت لمبی ہے اور نل بھی نالی کے برابر ہے۔ نل کے اوپر پانی ڈالنے کیلئے ایک مٹھی نما مستطیل جگہ رکھے گئے ہیں جن سے لوٹا میں پانی چھوڑا جاتا ہے۔

میر جلال الدین کا کہنا ہے کہ کسی کے پیٹ میں سخت تکلیف ہوئی انہوں نے لوٹا میں پانی ڈالا اور مریض کو پلا دیا تو وہ فوراً شفایاب ہوا۔ اس کی تاثیر اب بھی ہے۔ یہ لوٹا نہ صرف حضرت شاہ ہمدان کا زیر مستعمل رہا ہے بلکہ یہ ساتویں صدی ہجری کی یادگار بھی ہے اور اسلامی فن صنعت کی نشانی بھی۔

۔حواشی۔

(۱) ہفت روزہ آزاد کشمیر ۲۶ جولائی تا یکم اگست ۱۹۹۱ء

(۲) جنگ جائزہ رپورٹ ۱۹۹۴ء

(۳) جلوہ کشمیر صفحہ ۹۹

(۴) سوانح عمری مولانا محمد کثیر صفحہ ۷، ۸

(۵) وحدت اسلامی صفحہ ۴۲

(۶) بلتستان پر ایک نظر صفحہ ۱۷۴

(۷) تحفۃ الاحباب صفحہ ۱۵۷

(۸) ایضاً صفحہ ۳۰۰

(۹) تحفۃ الاحباب صفحہ ۳۷۶

(۱۰) تحفۃ الاحباب صفحہ ۲۰۰

(۱۱) ہمدرد نونہال مئی ۷۲

(۱۲) تذکرہ شاہ ہمدان صفحہ ۱۱

(۱۳) نورالمومنین صفحہ ۴۳۵

(۱۴) پیام نوربخشیہ صفحہ ۷

(۱۵) ایضاً صفحہ ۹

باب چہارم

شاہ ہمدان کا مسلک

اس باب میں شاہ ہمدان کے مسلک کو واضح کیا گیا ہے۔
اسلام کے یہ بطل جلیل کبرویہ مسلک سے نسبت رکھتے ہیں۔

شاہ ہمدان کا مسلک

اسلام آفاقی اور عالمگیر دین ہے جس میں زندگی کے تمام شعبوں کے لئے رہنما اصول موجود ہیں۔ اسلام کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے دین کی ضرورت نہیں دین اسلام میں جتنے فرقے ہیں جنہیں مذہب و مسلک کا نام دیا گیا ہے جس کے معنی "چلنے کا راستہ" ہے یعنی ہر اسلامی فرقہ خدا تک جانے کا راستہ ہے۔ گویا اسلامی فرقوں کا مقصد و نصب العین ایک ہے۔ وہ ہے تلاش حق اور رضا جوئی خداوندی۔

اسلامی فرقے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے' تنقید کرنے' اور عیب جوئی کرنے کے لئے وجود میں نہیں آئے بلکہ عبادات' ریاضات' اخلاقیات اور معاملات میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لئے وجود پذیر ہوئے ہیں۔ جس طرح زمیندار اپنے زمیندار بھائیوں سے جاگیردار اپنے جاگیردار مصاحبوں سے' سرمایہ دار اپنے ہم پیشہ سرمایہ داروں سے اور مرید اپنے ساتھی مریدوں سے آگے نکلنے کی سعی کرتے ہیں۔

ہمارے اسلاف کے دل اور نظریہ بہت وسیع تھے۔ قرون اولیٰ کے مسلمان علماء صاف ستھرے ماحول میں بحث و مناظرہ کرتے اور سچائی و صداقت سامنے لاتے تھے۔ وہ مخالفت برائے مخالفت' غلط ہٹ دھرمی' کفر کے فتوے اور اپنی بات دوسروں پر ٹھونسنے کے عادی نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں ساری دنیا پر مسلمانوں کا سکہ چلتا تھا۔ اتحاد و اتفاق میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ اسلامی اتحاد و یگانگت کو غیر اسلامی ادیان رشک کی نظر سے دیکھتے تھے۔ غیر مسلم فرقے اتحاد اسلامی کو مدنظر رکھ کر اپنے اندرونی اختلافات ختم کرتے اور

خامیاں دور کرتے تھے۔ صلیبی جنگوں کے دوران صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں تمام اسلامی فرقوں نے متحد ہو کر بیت المقدس کو آزاد کرا لیا۔ یورپ کے متحدہ عیسائی قوت کو ذلت آمیز شکست دی۔ حضرت عمرؓ کے دور میں اسلام کا پرچم خلیج فارس سے افریقہ تک لہرا دیا۔ محمد بن قاسم نے ۷۱۲ء کو سندھ فتح کر لیا۔ محمود غزنوی نے ہندوؤں کی ناقابل تسخیر طاقت کو سترہ بار پے درپے حملہ کر کے پاش پاش کر دیا۔ برصغیر میں قائداعظم کی سربراہی میں چلنے والی تحریک پاکستان کے دوران مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق دیکھ کر انگریزوں اور ہندوؤں نے گھٹنے ٹیک دیے۔ یہ ساری فتوحات اور کامیابی و کامرانی مسلم فرقوں کے درمیان مکمل ہم آہنگی میں مضمر تھی۔

یہی وجہ ہے کہ شاہ ہمدان زندگی بھر فرقہ وارانہ مناقشات سے بالاتر رہے۔ وہ اسلامی فرقوں کے درمیان ہم آہنگی' یک جہتی اور رواداری کی فضا قائم کرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں ایسے مسائل اور تعلیمات پر زیادہ زور دیا ہے جن کے بارے میں مسلمانوں کے اندر کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

میر سید علی ہمدانی ایک پہنچے ہوئے بزرگ اور صاحب مسلک صوفی تھے۔ بھلا ایسے بڑے خدا رسیدہ بزرگ اور صاحب مسلک صوفی کو فرقہ بندی سے کیا کام؟ جس نظام میں "حب علی" کے لئے "بغض معاویہ" لازم ہو شاہ ہمدان جیسے بزرگوں کے لئے ایسے نظام سے کیا واسطہ؟ پھر بھی یار لوگوں نے **المرء یقیس الناس علی نفسہ** کے مصداق شاہ ہمدان کو تنگنائے فرقہ واریت میں گھسیٹنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ذیل میں ہم انکی تفصیلات میں جا رہے ہیں آپ کے مذہبی رجحانات پر قیاس کرنے والوں کو ہم تین گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

گروہ اول :۔

قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں' ڈاکٹر محمد معین نے حافظ شیریں سخن میں' ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے تاریخ و ادبیات ایران میں سید زاہد حسین نے "کوہساروں کی سرزمین میں چند روز" میں ڈاکٹر علی اصغر حکمت' اور ڈاکٹر سعید نفیسی نے آپ کو شیعہ قرار دیا ہے۔

گروہ ثانی :۔

ڈاکٹر غلام محی الدین نے "کشمیر" میں، محمد الدین فوق نے "مکمل تاریخ کشمیر میں، مولوی غلام قادر نے مقدمہ ذخیرۃ الملوک میں، ڈاکٹر صابر آفاقی نے جلوۂ کشمیر میں، مولوی حشمت اللہ خان نے تاریخ جموں میں، پیر حسن شاہ نے، تاریخ حسن میں، مولوی عبدالرشید انصاری نے، بلتستان کی مذہبی حالات میں، پروفیسر عبدالرحمٰن ہمدانی نے سالار عجم میں، حکیم محمد سعید نے ذکر شاہ ہمدان میں آپ کو سنی، شافعی، حنفی لکھا ہے۔

گروہ ثالث :۔

آپ کے فرزند ارجمند میر محمد ہمدانی نے اپنے ایک خط پر (ہفت روزہ انصاف نومبر ۱۹۸۵ء) جعفر علی نے ترجمان نور بخشیہ صفحہ ۱۸ پر ڈاکٹر محمد ریاض نے احوال و آثار میر سید علی ہمدانی ص ۸ پر، غلام حسن بلتستانی نے ماہنامہ شہ رگ پاکستان اکتوبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۲ پر سردار محمد طاہر تبسم نے ماہنامہ شہ رگ پاکستان اکتوبر ۱۹۸۷ء صفحہ ۳۰ پر شیخ محمد اکرم نے آب کوثر صفحہ ۴۳۹ پر، سید آغا حسین شاہ ہمدانی نے تذکرہ شاہ ہمدان صفحہ ۱۸ پر، سید محمد نور بخش نے کشف الحقائق صفحہ ۴۰ پر، سید علی ہمدانی بلتستانی نے ذکر شاہ ہمدان صفحہ ۳ پر، سید حسام الدین راشدی نے تذکرۂ شعرائے کشمیر بخش دوم صفحہ ۴۰۹ پر، آپ کو کبرویہ قرار دیا۔

کس پہ یقین کیجئے کس پہ یقین نہ کیجئے
لائے ہیں بزم ناز سے خبر الگ الگ

یہ دانشور جناب شاہ ہمدان کے مسلک کے متعلق متفق نظر نہیں آتے۔ لیکن ان تینوں گروہوں میں آخر الذکر گروہ کے خیالات کو ہم درست سمجھتے ہیں چونکہ آپ کے زمانے میں کبرویہ نامی سلسلہ تصوف رائج تھا۔ جو صحیح معنوں میں اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لئے کوشاں اور فرقہ بندی کے روک تھام میں مصروف تھا۔ اس سلسلے کے بزرگ بڑے بڑے ولی اللہ ہوئے ہیں جو کشف و کرامات میں اسلامی فرقوں سے ممیز تھے۔ شیخ نجم الدین کبریٰ (شہادت ۶۱۸) کی نسبت سے اس مسلک کا نام شاہ ہمدان کے زمانہ ۷۸۶ ھ تک

NYF Manoor&Mehmoodabad unit karachi

کبرویہ متداول رہا۔ آپ انہی بزرگوں کے تربیت کی بدولت عظیم ولی اللہ بنے۔ پروفیسر حسن شاہ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت امیر کبیر مسلک کے لحاظ سے سلسلہ کبرویہ سے منسلک تھے اس کی نسبت حضرت نجم الدین کبریٰ سے ہے۔ اس سلسلے کے اکابرین آئمہ اہل بیت اور مشائخ عظام کے نام ملتے ہیں۔ اس تحریک کی دو خصوصیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اولاً اتباع کتاب ثانیاً" اتحاد بین المسلمین حضرت سید محمد نور بخش نے اس نظریے کو واضح شکل دی (۱)

موجودہ سلسلہ نوربخشیہ کی فقہی کتاب "الفقہ الاحوط" سید محمد نور بخش کی آخری کوشش تھی کہ اسلام کے اندر جاری فرقہ بندی کو روک لے۔ اسلامی فرقوں کے درمیان تعلقات کے خلیج کو کم کیا جائے۔ ایک دوسرے کو قریب تر لائی جائے' اس سلسلے میں انہوں نے مسلمان فرقوں کی دعائیں اور فروعی مسائل کو درست قرار دیا۔ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والوں کی تکفیر حرام قرار دیا۔ گناہ کبیرہ سے بچنے والوں کو مومن قرار دیا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں مسلم فرقوں پر تنقید کرنے' ان کی عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنے سے اجتناب کرنے کی تلقین کی ہے۔

NYF Manoor&Mehmoodabad unit karachi

میر محمد ہمدانی متوفی ۸۵۴ھ کا بیان

میر محمد ہمدانی آپ کا اکلوتا فرزند ارجمند تھا۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کشمیر میں ۲۱ سال گزارے۔ (۲) آپ نے اپنے والد کے ادھورے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ نو مسلموں میں اسلام کو مستحکم کیا۔ انہوں نے اپنے ایک عقید تمند شیخ رکن الدین ولی کشمیری کو ایک خط تحریر فرمایا جو کشمیر سے ۸۸۳ھ کو لکھا اس میں انہوں نے اپنے والد گرامی کے مسلک کو واضح کیا ہے۔ اور لکھتے ہیں۔

و الطرق الی اللہ تعالی مما لا تعد ولا تحصی لقولہ علیہ افضل الصلوۃ و اکمل التحیات الطرق الی اللہ تعالی بعدد انفاس الخلائق و من اقربھا طریق العالیۃ الشریفۃ الکبرویۃ الھمدانیۃ النجیۃ التی دل علی والدی علی ھمدانی علیہ المشائخ الذین اجازوہا الارشاد و ھم ثلثۃ و ثلاثون کلھم من اکابر ھم(۳)

اللہ تعالیٰ کی جانب چلنے کے راستے بے حد و بے حساب ہوتے ہیں۔ جن کا شمار نہیں ہو

سکتا۔ فرمان نبوی کے مطابق اللہ کی طرف جانے کے راستے انسان کے سانسوں کے برابر ہیں۔ ان میں سے اللہ کے قریب ترین اور بہترین راستہ کبرویہ' ذہبیہ ہمدانیہ ہے۔ جس کی رہنمائی مجھے میرے والد گرامی علی ہمدانی نے کی ہے جنہیں ۳۴ مشائخین کبار نے ارشاد کی اجازت دی تھی۔

اس خط کے مطالعہ سے جناب شاہ ہمدان کا مسلک ہمارے سامنے آتا ہے اور آپ کا مسلک کبرویہ' ذہبیہ ہمدانیہ تھا۔ اب کوئی اس میں شک و شبہ نہیں کر سکتا۔ سلسلہ کبرویہ کے مشائخ بڑے بڑے ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ سید علاؤالدولہ سمنانی' ابو نجیب سہروردی جنید بغدادی' نجم الدین کبریٰ اپنے وقت کے بڑے بڑے بزرگ تھے۔ تصوف کی دنیا میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔ اس سلسلے کے بزرگوں نے دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں سے ٹکر لئے ہیں۔ سید علی ہمدانی امیر تیمور سے' نجم الدین کبریٰ ہلاکو خان سے سید محمد نور بخش مرزا شاہ رخ سے' نبرد آزما ہوئے۔ یہ بزرگ ان کے ظلم و ستم اور غیر شرعی حرکات کے خلاف ہمیشہ کلمہ حق بلند کرتے رہے۔ سید محمد نور بخش نے اپنی کتاب کشف الحقائق اور صحیفۃ الاولیا میں اپنا سلسلہ طریقت درج کیا ہے۔ اس کے تحت شاہ ہمدان کبرویہ سلسلے کے شیخ طریقت ہیں۔

شاہ ہمدان نے خود بھی اپنا سلسلہ طریقت اپنے دو معروف رسالوں میں دیا ہے داؤدیہ اور طالقانیہ میں مندرج سلسلہ طریقت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اس کبرویہ سلسلے سے منسلک تھے۔ ذیل میں ہم آپ کا سلسلہ طریقت بطور تبرک درج کرتے ہیں۔

میر سید علی ہمدانی	شیخ ابو علی کاتب
شیخ محمود مزدقانی	شیخ ابو علی رود باری
شیخ علاؤ الدولہ سمنانی	شیخ جنید بغدادی
شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنی	شیخ سری سقطی
شیخ احمد ذاکر جورجانی	شیخ معروف کرخی
شیخ علی لالا غزنوی	امام علی رضا
شیخ نجم الدین کبریٰ	امام موسیٰ کاظم
شیخ عماریا سردسی	امام جعفر الصادق

شیخ ابو النجیب سہروردی	امام محمد باقر
شیخ احمد غزالی	امام زین العابدین
شیخ ابوبکر نساج	امام حسین شہید کربلا
شیخ ابوالقاسم گرگانی	امام علی المرتضیٰ
شیخ ابوعثمان مغربی	حضرت محمد مصطفیٰ ؐ (۴)

شاہ ہمدان کا بیان

شاہ ہمدان خود بھی اپنے آپ کو شافعی حنفی اور اہل سنت کے دوسرے فرقوں سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

لن تجد جماعتہ من طوائف الحنفیتہ و الشافعیتہ و غیر ھم من اھل سنتہ فی سائربلاد الاسلام الا لھم اوراد مرتب الف او کثر یجھرون بھا فی الوقتین بعد الفجر والعصر و انما شغف کل اناس باما مھم وما یثقون منھم و یستکرون طوائف اخر و ذالک اما بقصور العلم و قلتہ الانصاف (۵)

اسلامی ممالک میں حنفی، شافعی اور اہل سنت کے دوسرے فرقوں میں تجھے کوئی گروہ نہ ملے گا جو صبح و عصر کی نمازوں کے بعد بلند آواز کے ساتھ کم یا زیادہ اوراد نہ پڑھتے ہوں۔ یہ اپنے اماموں سے انتہائی محبت کی وجہ سے۔ وہ ان سے (مروی) ہر باتوں پر یقین رکھتے ہیں جبکہ اسلام کے دوسرے فرقوں کا انکار کرتے ہیں۔ یہ ان کے علم کی کمی اور انصاف کے فقدان کی وجہ سے ہے۔

اسی طرح رسالہ خواطریہ میں آپ نے لکھا ہے کہ

...... و یخیلوا ان اھل البیت اولی لھذا المناصب الدنیویتہ طائفتہ زادت علی سب الصحابتہ.....(۶)

..... شیعہ والے خیال کرتے ہیں کہ ان دنیوی مناصب کے لئے اہل بیت رسول زیادہ حقدار ہیں۔ پھر ایک گروہ سب صحابہ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

ان دونوں حوالوں سے پتہ چل جاتا ہے کہ آپ نہ شیعہ تھے نہ سنی۔ بلکہ آپ ان فرقہ وارانہ مناقشات سے بہت بلند و برتر تھے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ شیعہ

تھے نہ سنی تو پھر مذکورہ بالا حضرات نے آپ کو شیعہ یا سنی المذہب کیوں لکھا؟
اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ شاہ ہمدان نے تقریباً ۱۷۰ کتب و رسائل سپرد قلم کیے ہیں۔ جن میں سے سو کے قریب اب بھی ملتے ہیں۔ نظم و نثر میں پھیلی ہوئی۔ آپ کی کتابیں مختلف موضوعات پر ہیں، کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو چنانچہ آپ کی کتابوں کے جزوی مطالعہ کرنے والے اور خاص چشمے سے دیکھنے والے کو جو کچھ نظر آیا وہی لکھ لیا۔ مثلاً کسی آدمی کے مطالعے میں آپ کی مودۃ القربیٰ یا مکتوبات امیریہ آئی چونکہ ان کی کتابوں میں صرف اور صرف آئمہ اہلبیت کا بیان اور ان کی محبت و مودت کی توضیح و تشریح ہے پس اس نے یہ قیاس کر لیا کہ شاہ ہمدان پکا غالی شیعہ ہے اسی طرح کسی شخص نے ذخیرۃ الملوک اور اعتقادیہ پڑھی ان کتابوں میں خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی روایات اور ان سے عقیدت ملاحظہ کیا تو یہ فتویٰ داغ دیا کہ آپ پکے سنی تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ ہمدان نے ہر اچھائی کا اچھے انداز میں ذکر کیا ہے۔ خواہ وہ کسی بھی شخص سے سرزد ہوا ہو۔ آپ شخصیت پرستی کے خلاف اور حب علی کے لئے بغض معاویہ کی شرط کے مخالف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں نے آپ کی تمام تصانیف کی بجائے بعض کتب دیکھ کر سرسری اندازہ لگا لیا اور یک طرفہ فتویٰ دے کر اپنی وسعت مطالعہ کا ثبوت دے دیا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ محبت اہلبیت کسی ایک فرقہ کی میراث نہیں اور اسی طرح عظمت خلفائے راشدین کا اعتراف بھی صرف ایک مکتبہ فکر کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔

سطور بالا سے واضح ہے کہ آپ کسی بھی قسم کی فرقہ بندی کے خلاف تھے۔ اگرچہ یار لوگوں نے اپنی اپنی مذہبی رجحانات کے تحت آپ کو بھی فرقہ وارانہ حدود کے اندر محدود کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اور بلاوجہ آپ کو فرقہ بندی کے چوکھٹے میں فٹ کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں لیکن آپ کے ایک عظیم صوفی ہونے اور مسلک کبرویہ پر گامزن ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور آپ نے اپنا سلسلہ طریقت درج کیا ہے وہ بھی کبرویہ سلسلہ ہی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ مسلک تصوف کے سلسلہ کبرویہ سے منسلک تھے۔

یہاں اس بات کی توضیح ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بعض تذکرہ نگاروں نے رسالہ "در ردّ صوفیہ" کا ذکر کیا ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت کی جاتی ہے کہ تذکرہ نگاروں نے جس رسالے کو رسالہ "در ردّ صوفیہ" کہا ہے اور اس کے آغاز و انجام کی نشاندہی کی ہے

وہ حقیقت میں رسالہ درویشیہ ہے۔ جو ایران میں نفس شناسی از میر سید محمد نور بخش کے عنوان سے کئی بار چھپ چکا ہے۔ اس رسالے میں شاہ ہمدان ان صوفی نما متصوف کی مذمت کی ہے جو صوفیا کے لبادے میں بدعت واباحت کا پرچار کرتے ہیں اور زندقہ و الحاد پھیلاتے ہیں۔ ورنہ آپ اسلامی تصوف کا منکر نہیں بلکہ خود ایک سرگرم شیخ طریقت ہیں جس کا مطمح نظر اطاعت الٰہی اور جس کا حاصل رضائے خداوندی ہے۔

-حواشی-

(۱) ذکر شاہ ہمدان ص ۱۳۰-

(۲) مکمل تاریخ کشمیر ازفوق ص ۳۳۰-

(۳) ضمیمہ صفحہ ترجمان ہمدانیہ ہفت روزہ انصاف نومبر ۱۹۸۵ء نبی چوک راولپنڈی

(۴) کشف الحقائق صفحہ ۱۸ صحیفۃ الاولیاء صفحہ ۱۸ داودیہ صفحہ ۸ طالقانیہ صفحہ ۱۸

(۵) اورادیہ ص ۴۲

(۶) خواطریہ قلمی ص ۴

باب پنجم

روحانی آثار

مسلک نور بخشیہ کی تاریخ اور فرقہ بندیاں

اس باب میں شاہ ہمدان کا سلسلہ نور بخشیہ سے نسبت کو بیان کیا گیا ہے، گوکہ شاہ ہمدان کے دور میں یہ مسلک ہمدانیہ کہلاتا تھا مگر سید محمد نور بخش کے دور سے یہ نور بخشیہ کے نام سے موسوم ہوا۔ نور بخشیہ، ہمدانیہ، کبرویہ، سہروردیہ، جنیدیہ، معروفیہ، ایک ہی مسلک، ایک ہی مفہوم، ایک ہی معنی کے مختلف نام ہیں، جن کی تفاصیل آنے والے اوراق میں ملاحظہ فرمائیں۔

NYF Manoor&Mehmoodabad unit karachi

سلسلہ عالیہ نور بخشیہ

دوسرے سلسلہ ہائے تصوف کی مانند سلسلہ نور بخشیہ بھی تصوف کا ایک سلسلہ ہے جو مختلف ناموں سے موسوم رہا ہے۔ سلسلۃ الذہب، معروفیہ، جنیدیہ، سہروردیہ، کبرویہ، ہمدانیہ اور نور بخشیہ اس سلسلے کے مختلف زمانوں میں مختلف نام ہیں۔ تاہم میر سید محمد نور بخش کے بعد سے نور بخشیہ کہلاتا ہے۔ اس سلسلے کے شیوخ بڑے بڑے ولی اللہ ہو گزرے ہیں شریعت طریقت معرفت اور حقیقت کے علوم سے آراستہ ہیں۔ روحانی کمالات کے مالک اور غیبی اسرار و رموز سے واقف تھے۔ اس سلسلے کے شیوخ کی خدمات بہت وسیع ہیں۔ اس کی اپنی تاریخ ہے۔ ہم یہاں سلسلہ طریقت درج کر رہے ہیں۔

	مدفون	
۱۔ حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ (متوفی ۱۰ھ)	مدینۃ منورۃ	سعودی عرب
۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ (شہادت ۴۰ھ)	نجف اشرف	عراق
۳۔ حضرت امام حسنؑ (شہادت ۵۰ ہجری)	جنت البقیع سعودی عرب۔	
۴۔ حضرت امام حسینؑ (شہادت ۶۱ھ)	کربلائے معلیٰ عراق	
۵۔ حضرت امام زین العابدینؑ (شہادت ۹۴ھ)	جنت البقیع	سعودی عرب
۶۔ حضرت امام محمد باقرؑ (شہادت ۱۱۷ھ)	جنت البقیع	سعودی عرب
۷۔ حضرت امام جعفر صادق (شہادت ۸۳ھ)	"	"
۸۔ حضرت امام موسیٰ کاظم (شہادت ۱۸۳ھ)	بغداد	عراق
۹۔ حضرت امام علی رضا (شہادت ۲۰۳ھ)	مشہد مقدس	ایران

۱۰۔ معروف کرخی (شہادت ۲۰۳ھ)	بغداد	عراق
۱۱۔ شیخ سری سقطی (متوفی ۲۵۱ھ)	بغداد	عراق
۱۲۔ حضرت جنید بغدادی ۲۹۷ھ	بغداد	عراق
۱۳۔ شیخ علی رودباری (متوفی ۳۲۲ھ)	مصر	
۱۴۔ شیخ ابو علی کاتب ۳۴۶ھ	مصر	
۱۵۔ شیخ ابو عثمان مغربی (متوفی ۳۷۳ھ)	نیشا پور (خراسان)	ایران
۱۶۔ شیخ ابو القاسم گرگانی (متوفی ۴۵۰ھ)	گرگان (مشہد)	ایران
۱۷۔ حضرت شیخ ابوبکر نساج (متوفی ۴۸۷ھ)	طوس (خراساں)	ایران
۱۸۔ شیخ ابو نجیب سہروردی (متوفی ۵۶۳ھ)	بغداد	عراق
۱۹۔ شیخ عمار بن یاسر بدلیسی (متوفی ۵۸۲ھ)	بدلیس	ایران
۲۰۔ شیخ نجم الدین کبریٰ (شہادت ۶۱۸ھ)	خوارزم	ترکمانستان
۲۱۔ شیخ رضی الدین علی ابن لالا (متوفی ۶۴۲ھ)	فرائن (غزنی)	افغانستان
۲۲۔ شیخ جمال الدین احمد جورجانی (متوفی ۶۶۳ھ)	جورجان	افغانستان
۲۳۔ سید علاؤالدولہ سمنانی (متوفی ۷۳۶ھ)	صوفی آباد (سمنان)	ایران
۲۵۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی (متوفی ۷۸۶ھ)	ختلان (کولاب)	تاجکستان
۲۶۔ خواجہ اسحاق ختلانی (شہادت ۸۲۶ھ)	جسم مبارک جامع مسجد بلخ	افغانستان
	سرمبارک بدخشان	افغانستان
۲۷۔ حضرت سید محمد نور بخش (متوفی ۸۶۹ھ)	سولغان پائین	ایران
۲۸۔ شاہ قاسم فیض بخش (متوفی ۹۱۹ھ)	تہران	ایران
۲۹۔ میر شمس الدین عراقی بت شکن (متوفی ۹۳۲ھ)	زڈی بل	کشمیر
۳۰۔ شیخ دانیال شہید ۹۵۷ھ	زڈی بل	کشمیر
۳۱۔ میر شمس الدین رشید	غزنی	افغانستان
۳۲۔ میر دانیال دانا کشمیری ۱۰۳۸ھ	بلخ	روس
۳۳۔ میر حسن رہنما کشمیری	لارنس روڈ (لاہور)	پاکستان
۳۴۔ میر ابو سعید سعدا ۱۰۹۵ھ	جڈی مل	ہری نگر

۳۵۔ میر مختار اخیار (متوفی ۱۱۳۱ھ)	کریس	بلتستان
۳۶۔ میر نجم الدین ثاقب (متوفی ۱۱۵۶ھ)	شگر خاص	بلتستان
۳۷۔ میر محمد نورانی (متوفی ۱۱۸۱ھ)	کریس	"
۳۸۔ میر محمد شاہ مخدوم الفقراء	خپلو	"
۳۹۔ میر شاہ جلال	کریس	"
۴۰۔ میر خان علوم	کریس	"
۴۱۔ میر محمد اکبر	خپلو	"
۴۲۔ میر محمد شاہ ۱۹۴۷ء	کریس	"
۴۳۔ الحاج سید عون علی (متوفی ۱۴۱۱ھ)	خپلو	"

سلسلہ نور بخشیہ کی تاریخ پر نگاہ ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ

سلسلہ نور بخشیہ میں اخذ بیعت کا سلسلہ موروثی کے بجائے استحقاق کے حوالے کر دیے جاتے تھے۔ یہی سلسلہ جاری رہا تا آنکہ چوتیسواں بزرگ میر مختار اپنے وقت کا قطب تھا۔ وہ ذکر اور عشق خداوندی میں مشغول رہتے تھے جن کی نشاندہی تاریخ جموں میں دی ہے۔ میر مختار اخیار ہی نے بلتستان میں بائیس خانقاہیں تعمیر کرائیں اکثر خانقاہوں میں اعتکاف خانے قائم تھے۔ خانقاہ نور بخشیہ خپلو ۱۱۲۴ھ میں مکمل ہوئی جس میں ۱۲ اعتکاف خانے اب بھی قائم ہیں۔

درج بالا حقائق شاہد ہیں کہ میر مختار اخیار بڑے ولی اللہ تھے ان کی سکونت کے لئے موضع کریس منتخب کیا گیا چونکہ یہ علاقہ نوربخشی بلتستان میں سنٹر میں واقع تھے یہاں سے میر مختار کے فرمان سکردو، کھرمنگ، کرگل، خپلو اور اس کے گردونواح میں نافذ ہوتے تھے۔ کریس ان علاقوں کے سنگم پر واقع ہے۔

سلسلہ نور بخشیہ ایک صوفیانہ سلسلہ فقر و سلوک ہے۔ یہ مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے موسوم رہا ہے جس کا ایک خاکہ نیچے دیا جا رہا ہے جو کہ مجموعہ آثار غزالی سے استفادہ کیا ہے۔ آنحضرت سے معروف کرخی تک سلسلہ ذہب

۱۔ معروف کرخی متوفی ۲۳۴ھ تا شیخ جنید بغدادی (۲۹۶ھ)	معروفیہ
۲۔ شیخ جنید بغدادی تا شیخ ابو نجیب سہروردی	جنیدیہ

۳۔ ابو نجیب سہروردی متوفی ۵۶۳ھ تا شیخ نجم الدین کبریٰ سہروردیہ

۴۔ شیخ نجم الدین کبریٰ شہادت ۶۱۸ھ تا امیر کبیر سید علی ہمدانی کبرویہ

۵۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی متوفی ۷۸۶ھ تا سید محمد نور بخش ہمدانیہ

۶۔ سید محمد نور بخش متوفی ۸۶۹ھ تاایں دم تحریر نور بخشیہ

سلسلہ ذہب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام تک روحانی اسرار و رموز یدا" بید منتقل ہوتا رہا اسرار تصوف کی منتقلی کا یہ دور سلسلۃ الذہب کہلاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت سے امام علی رضا علیہ السلام تک آئمہ اہل بیت ہر قسم کے شک و شبہ اور غل و غش سے پاک و منزہ ہیں۔ جس طرح زر خاص ہر قسم کے میل کچیل اور کھوٹ و ملاوٹ سے پاک و صاف ہوتا ہے اسی طرح یہ آئمہ بھی ان سے پاک و منزہ ہیں (۱) چنانچہ اسے سلسلہ ذہب یعنی خالص سونے کی زنجیر کہا جاتا ہے۔ حضرت امام علی رضا سے ارشاد و خلافت کی ذمہ داری حضرت معروف کرخی کو منتقل ہوئی تو سلسلۃ الذہب کی بجائے معروفیہ سے موسوم ہوا۔

سلسلہ معروفیہ

علوم طریقت حضرت محمدؐ سے بذریعہ حضرت علی علیہ السلام حضرت امام علی رضا علیہ السلام تک پہنچا عرفان و سلوک کا یہ دور سلسلہ ذہب کہلایا۔ پھر بیعت کا سلسلہ امام علی رضا کے نابالغ فرزند ارجمند حضرت امام محمد تقیؑ کے بجائے ان کے نامور مرید حضرت معروف کرخی میں منتقل ہوا۔ حضرت معروف کرخی حضرت امام علی رضا کے خاص خدمت گزار مرید تھے۔ عبادت گزاری، تقویٰ اور خدمت گزاری میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتے تھے۔ اسی لئے انھیں حضرت امام علی رضا نے روحانی علوم سے مزین کرنے کے بعد اپنا خلیفہ بنا لیا۔

ایک وضاحت

حضرت امام علی رضا سے بیعت کا سلسلہ شیخ معروف کرخی میں منتقل ہوا چونکہ حضرت

امام کی شہادت کے وقت حضرت امام محمد تقی کی عمر صرف ۹ سال تھا جو کہ سلسلہ بیعت میں نابالغ تصور ہوتے ہیں چنانچہ سید محمد نور بخش تحت الاحوط میں رقمطراز ہیں کہ

بلوغ السن الی عشرین سنۃ عند اخذ البیعۃ من مرشدہ (۲)

مرشد سے بیعت کے وقت مرید کی عمر ۲۰ سال کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت امام علی رضا کی شہادت ۲۰۳ھ میں ہوئی جبکہ حضرت امام محمد تقی کی ولادت ۱۹۳ھ میں ہوئی۔ حضرت امام محمد تقی کی شہادت ۲۲۰ھ میں ہوئی جبکہ ان کے لخت جگر حضرت امام علی نقی کی ولادت ۲۱۴ھ میں ہوئی۔ گویا حضرت امام محمد تقی اور امام علی نقی اپنے باپ کی شہادت کے وقت علی الترتیب نو اور چھ برس کے ہو رہے تھے۔

امام محمد تقی" امام علی نقی" امام حسن عسکری" ان تینوں آئمہ کرام سلسلہ متصلہ سے منقطع ہونے کے باوجود انہیں امامت کے رتبے پر فائز رکھا اور ان کی عزت و درجات میں کوئی کمی ہونے نہ دی سید محمد نور بخش لکھتے ہیں۔

ہٰؤلاء الثلاثۃ انقطعوا من السلسلۃ المتصلۃ بصغار اعمارھم عند وفات اٰبائھم ولکن اختارھم اللہ افرادا" لصلاح اللفن و جعل مقبولا" فی الخلائق۔(۳)

یہ تین آئمہ ان کے والد گرامی کی وفات کے وقت عمر میں چھوٹے تھے اور وہ سلسلہ متصلہ سے الگ ہو گئے۔ مگر اللہ تعالٰی نے بندوں کی اصلاح کی خاطر امامت کے رتبے پر سرفراز رکھا اور لوگوں میں مقبول بنایا۔

درج بالا تینوں آئمہ اور حضرت امام حسن علیہ السلام آئمہ معصومین میں شامل ہیں جبکہ سلسلہ بیعت میں نہیں آئے شرح گلشن راز' داودیہ' سفینۃ الاولیاء' خلاصۃ المناقب' کشف الحقائق' ۔ شجرا ولیاء میں ان کے نام نہیں۔ اب معروفیہ نام کی مناسبت سے یہاں حضرت شیخ معروف کرخی کی مختصر سوانح حیات نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

حضرت معروف کرخی کے والد کا نام فیروز تھا وہ عیسائی تھا اور معروف ان کا اکلوتا بیٹا۔ بچپن میں والدین نے حضرت کو ایک پادری کے پاس برائے تعلیم لے گیا آپ پادری سے تعلیم سیکھنے لگے۔ ایک دن پادری نے آپ کو تثلیث کی تعلیم دینا چاہی آپ نے انکار کر دیا پادری نے کہا کہ پڑھو کہ خدا تین ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ خدا ایک ہے یہ

سن کر وہ بے حد برافروختہ ہوا اور آپ کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ آپ پادری کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر بھاگ گئے اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ہاں جا کر رہنے اور تعلیم و تربیت پانے لگے۔ بچے کی گمشدگی سے فیروز اور ان کی بیوی بے حد پریشان تھے انہیں جب پادری نے بچے کے رویے اور اپنی تادیبی کارروائیوں سے متعلق بتایا تو وہ اور بھی پریشان ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے یہ عہد کر لیا کہ بچہ جس دین کو لے کر واپس آئے گا وہ بھی وہی دین قبول کریں گے۔ ادھر امام عالی مقام کو ان کے اس عزم کی خبر ہوئی معروف کو گھر بھیج دیا۔ چنانچہ وہ اپنے والدین کو امام کے پاس لے آئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت معروف نے امام علیہ السلام سے تعلیم و تربیت اور روحانی ٹریننگ حاصل کی۔ اور درجہ ولایت اور قطب پر فائز ہوئے۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ سے ہزاروں بندگان خلق نے فیض حاصل کیا۔ آپ عظیم بزرگ تھے آپ کی وفات کے بعد بھی لوگ آپ کے مزار سے فیض حاصل کرتے رہے۔ اب بھی بغداد کے نواح میں آپ کا مزار مشہور و معروف ہے اور اہل بغداد **قبر معروف تریاق** معروف کا مزار تریاق ہے۔ کہہ کر مزار مبارک کی زیارت کرتے اور اس کے وسیلے سے دعائیں مانگتے ہیں اور اپنے اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر واپس جاتے ہیں۔

چند کرامات

ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر "قوت القلوب" کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ حضرت معروف کرخی کے متعلق یہ عام روایت تھی کہ جب بھی ان کی خدمت میں کوئی کھانے کی چیز بطور نذرانہ لائی جاتی۔ آپ قبول کرتے اور کھا لیتے۔ ایک دفعہ کسی نے ان سے پوچھا! آپ کے بھائی بشیر بن الحارث تو ہمیشہ ایسا کھانا رد کر دیتے ہیں آپ کیوں ہمیشہ قبول کر لیتے ہیں؟ حضرت معروف نے جواب دیا۔ میرا بھائی زہد و ورع کے اثر سے اپنے ہاتھ کھینچ رکھتا ہے۔ لیکن میں اپنے علم باطن کی بدولت انہیں پھیلائے رکھتا ہوں۔ اپنے مالک کے اس گھر میں میری حیثیت ایک مہمان کی ہے۔ جب وہ مجھے کھلاتا ہے۔ میں کھا لیتا ہوں۔ جب وہ مجھے نہیں کھلاتا تو میں بھی صابر و قانع رہتا ہوں میں نہ کسی چیز پر اعتراض کر سکتا ہوں نہ خود

اپنی مرضی سے کوئی چیز پسند کر سکتا ہوں (۵)

فاضل مصنف مزید لکھتے ہیں۔

حضرت معروف کے ایک دوست نے امام سے دریافت کیا کہ کس چیز نے آپ کو خدا کی عبادت میں یوں محو ہونے اور مشاغل دنیا سے کنارہ کش ہو جانے پر آمادہ کیا ہے؟۔

معروف خاموش رہے۔ دوست نے پھر سوال کیا! کیا موت کے خیال نے؟ معروف نے جواب دیا "نہیں۔ موت کیا چیز ہے"۔ دوست نے پوچھا تو پھر قبر کے خیال نے؟ جواب دیا "نہیں قبر کیا چیز ہے"۔ دوست نے کہا تو پھر جہنم کے خوف اور جنت کی خواہش نے؟۔ معروف بولے ان میں سے کوئی بھی چیز ہو وہ بہر صورت خدا کے قبضہ اختیار میں ہے۔ جب تک اس سے محبت کرنے لگو تو وہ تمہیں ان تمام چیزوں کا خیال بھلا دیتا ہے۔ جب تم خود اس سے متعارف اور شناسا ہو جاؤ تو وہ تمہیں ان چیزوں کی فکر سے بچا لیتا ہے (۶)

قوت القلوب کے حوالے سے فاضل مصنف ایک دلچسپ واقعہ لکھتے ہیں۔

علی بن الموافق سے روایت ہے۔ کہتے ہیں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بہشت میں داخل ہوا ہوں۔ وہاں ایک شخص نظر آیا جو میز پر بیٹھا تھا اور اس کے پاس دو فرشتے' ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب' موجود تھا۔ جو اسے انواع و اقسام کی خوراک دیتے' اور وہ کھاتا جاتا تھا۔ پھر میں نے ایک دوسرے شخص کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پہ کھڑا تھا اور لوگوں کے چہروں کو غور سے دیکھتا تھا۔ بعضوں کو انہوں نے اندر جانے کی اجازت دے دی اور بعض لوگوں کو واپس موڑ دیا۔ میں بہشت کو چھوڑ کر رب العزت کے دربار میں پہنچا۔ وہاں میں نے عرش کے شہ نشین کی زیارت کی اور دیکھا کہ ایک شخص خدا کی طرف پلک جھپکائے بغیر مسلسل دیکھے چلا جاتا ہے۔ میں نے رضوان سے پوچھا "یہ شخص کون ہے؟۔ اس نے جواب دیا یہ معروف کرخی ہیں جنہوں نے خدا کی عبادت نہ جہنم کے خوف سے' اور نہ جنت کی خواہش سے' بلکہ صرف اس کی محبت کے سبب کی ہے۔ اس لئے خدا نے انہیں اجازت دے رکھی ہے کہ وہ روز قیامت تک اسی طرح انہیں دیکھتے چلے جائیں۔ پھر میں نے پوچھا اور باقی آدمی جو میں نے دیکھے ہیں وہ کون ہیں؟۔ کہنے لگا ان میں سے ایک بشیر بن الحارث ہے اور دوسرا احمد ابن حنبل (۷)

جنیدیہ

حضرت معروف کرخی اور سری سقطی کے دور اور دوسری صدی ہجری میں سلسلۃ الذہب کا دوسرا نام معروفیہ رہا۔ جب حضرت سری سقطی کی تربیت اور خصوصی توجہ سے آپ کے مرید صادق ابوالقاسم جنید بغدادی کندن بن کر نکلے تو معروفیہ جنیدیہ کے نام سے موسوم ہوا۔ ذیل میں ہم حضرت جنید بغدادی کا مختصر تعارف کر رہے ہیں۔

شیخ جنید بغدادی قدس اللہ اسرارہ

آپ کا نام جنید ہے اور والد گرامی کا نام محمد۔ آپ بغداد عراق میں ۲۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد شیشہ گری اور بوتل سازی اور ریشمی کپڑے کا کاروبار کیا کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت

ابتدائی اور فقہی تعلیم ابوثور کلبی اور ابراہیم بن خالد سے حاصل کی (۸)۔ سلسلہ تصوف کے درخشندہ ہستی جناب سری سقطی آپ کے ماموں تھے۔ آپ نے اپنے ماموں کے ساتھ سات سال کی عمر میں حج ادا کیا۔

حضرت سری سقطیؒ حارث محاسی اور محمد بن علی قصاب بغدادی آپ کے روحانی استاد تھے۔ آپ بیشتر اوقات ان کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ حضرت جنید بغدادی اپنے وقت کے مشہور و معروف بزرگ تھے۔ چونکہ تصوف کے تمام سلسلے آپ پر پہنچ جاتے ہیں۔ آپ کے بکثرت شاگرد ہوئے ہیں ان شاگردوں سے آگے چل کر بہت سے سلسلے نکلے ہیں۔ اس طرح تصوف کے یہ سلسلے مختلف علاقوں میں اب بھی مقبول و متداول ہیں چونکہ یہ تمام سلسلے آپ تک پہنچتے ہیں اس لئے آپ کو سید الطائفہ کہا جاتا ہے۔

چند کرامات

حضرت جنید کہا کرتے تھے کہ ایک روز شیخ جناب سری سقطی نے مجھے فرمایا کہ مجلس میں وعظ کیا کرو۔ میں اپنے نفس کو متہم سمجھتا تھا۔ وعظ کرنے کا لائق نہیں تھا۔ آخر جمعہ کی شب میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا لوگوں کو وعظ کہو۔ خواب

سے بیدار ہوا اور صبح اپنے ماموں سری سقطی کے مکان پر چلا گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماموں نے دروازہ کھولتے ہوئے فرمایا! جب تک تجھے رسول اللہ نے نہ فرمایا تو نے مجھے راست گو نہ جانا۔ اس کے بعد میں نے مجلس میں وعظ کہنا شروع کردیا اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ جنید نے وعظ کہنا شروع کیا ہے۔ ایک روز ایک آتش پرست نوجوان مجوسی لباس میں مجلس میں آیا۔ انہوں نے شیخ جنید سے استفسار کیا کہ ارشاد نبوی ہے

اتقوا فراستہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ

مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔

کا کیا معنی ہے؟۔

شیخ جنید فرماتے ہیں کہ میں نے یہ استفسار سننے کے بعد سر جھکائے رکھا۔ پھر سر اٹھا کر میں نے کہا کہ تو اسلام قبول کرے گا۔ تیرے اسلام لانے کا وقت آن پہنچا ہے۔ پس وہ آتش پرست اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

اس واقعہ میں شیخ جنید کی دو کرامات موجود ہیں۔ ایک یہ کہ شیخ کو نوجوان کے کفر کی اطلاع ہوئی۔ دوسری یہ کہ وہ ابھی مسلمان ہونے والا ہے۔ (۸)

ایک روز شیخ جنید جامع مسجد میں وعظ کر رہے تھے اتفاق سے شیخ ابو علی رودباریؒ کا یہاں سے گزر ہوا۔ انہوں نے شیخ جنید کے ایک عقید تمند سے گفتگو کی۔ عقیدت مند نے شیخ ابو علی رودباری سے کہا کہ اے میرے بھائی جنید کے وعظ کو غور سے سن لو۔ چنانچہ آپ خاموشی سے جنید کا وعظ سننے لگے۔ مجلس کیا تھی؟ ہر طرف وجد و ذوق، عشق و جمال الٰہی چھائے ہوئے تھے۔ اہل مجلس ذوق و شوق الٰہی میں مدہوش تھے۔ دفعتاً" شیخ رودباری پر روحانیت کا دروازہ کھلا اور فوراً رو پڑا۔ شیخ جنید کی طرف لپکا توبہ و تائب ہونے کے بعد راہ سلوک اختیار کیا۔

خلفاء و مریدین

شیخ جنید کے خلفاء میں شیخ علی رودباری بہت مشہور و معروف گزرے ہیں۔

آپ کی مریدین کے حلقے عراق، مصر، شام اور ماوٗرالنہر کے علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ جنہیں شمار کرنا مشکل ہے۔ جبکہ آپ اکثر اوقات بغداد ہی میں رہتے تھے۔ ان دنوں

بغداد عالم اسلام کا مرکز تھا۔ سیاسی، تہذیبی، کاروباری اور تصوف کا محور تھا۔ اس لئے دوسرے ملکوں کے امراء، فقراء، اور راہ سلوک پر چلنے والے اس جانب چلے آتے تھے۔ (۹)

آپ کی نسبت سے آپ کے پیروکار جنیدیہ کے نام سے موسوم ہیں۔

سہروردیہ

شیخ جنید بغدادی سے شیخ احمد غزالی تک دین اسلام کا یہ روحانی سلسلہ جنیدیہ کے افتخاری نام سے موسوم رہا۔ پھر شیخ ابوالنجیب، ضیاء الدین، عبدالقاھر سہروردی اور شاگرد شیخ شہاب الدین سہروردی کے دور اور پانچویں صدی ہجری سے سہروردیہ کہلانے لگا۔ ذیل میں شیخ ابوالنجیب سہروردی کا مختصر تعارف پیش کر رہے ہیں۔

آپ کا نام عبدالقاہر بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ ہے۔ آپ کے القاب میں ضیاء الدین، نجیب الدین اور شیخ الاسلام استعمال ہوئے ہیں۔ ابو نجیب آپ کی کنیت ہے۔ ماہ صفر ۴۰۹ھ کو بغداد عراق میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت

مدرسہ نظامیہ بغداد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابو علی بنہان، زائد بن طاہر، قاضی ابوبکر انصاری، ابو طالب الحسینی، ابو منصور مقری، ابوالفتح عبدالملک اور مالکی رحمتہ اللہ علیہم سے حدیث کا سماع کیا۔ روحانی اساتذہ میں امام احمد غزالی کا نام گرامی سرفہرست آتا ہے۔

کشف و کرامات

آپ کا قاعدہ تھا کہ کوئی مرید اعتکاف میں بیٹھتا، آپ ہر روز اس کے پاس جاتے اور اس کے حال کی نگرانی کرتے اور اسے کہتے کہ آج کی رات تجھ پر فلاں چیز آئے گی۔ اس طرح کا کشف ہو گا۔ تجھ پر اس طرح کا حال وارد ہو گا تیرے پاس اس صورت میں آدمی آئے گا اور تجھ سے اس طرح کہے گا۔ اس سے بچے رہنا وہ شیطان ہو گا۔ پھر مرید پر وہ تمام چیزیں وارد ہو جاتیں جس کی شیخ نے اس کو خبر دی ہوتی۔ (۱۰)

شیخ عمار یاسر بدلیسی اور شیخ شہاب الدین عمر سہروردی آپ کے نامور مریدوں میں سے ہیں۔ بعد میں شیخ عمار یاسر آپ کے خلیفہ بنے۔ سہروردی اتنے مشہور کر گئے کہ آپ کی پوری جماعت کو سہروردیہ کے نام سے شہرت حاصل ہو گئی یہ اسم شیخ نجم الدین کبریٰ ۶۱۸ ھ تک متداول رہا۔

حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی کتاب آداب المریدین چھپ چکی ہے جو عرفانی حلقوں میں بہت مقبول ہے۔ اصل کتاب عربی میں ہے اس کے فارسی' ترکی اور اردو زبانوں میں ترجمے اور شرحیں لکھی گئی ہیں۔ شیخ ضیاء الدین نے بغداد ہی میں وفات پائی تھی۔ آپ کا مزار پرانوار بغداد میں مرجع خلائق ہے۔

کبرویہ

حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی اور شیخ عمار یاسر بدلیسی کے زمانے میں یہ سلسلہ سہروردیہ کے نام نامی سے موسوم رہا۔ پھر شیخ عمار یاسر بدلیسی کے مرید خاص شاگرد اور روحانی فرزند شیخ ابوالجناب نجم الدین کبریٰ کے زمانے چھٹی صدی ہجری سے یہ سلسلہ کبرویہ کہلانے لگا۔ ذیل میں ہم شیخ نجم الدین کبریٰ کا تعارف پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

شیخ نجم الدین کبریٰ شہید

حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ ۵۴۰ ھ بمطابق ۱۱۴۵ء کو خوارزم شہر کے خیوہ نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ جو آج کل سنٹرل ایشیا میں روس سے آزاد ہونے والا ملک ترکمانستان میں واقع ہے۔ آپ کا نام احمد اور والد گرامی کا نام عمر ہے۔ لیکن آپ نجم الدین کبریٰ' ابولجناب' شیخ ولی تراش اور شیخ کبیر کے نام سے مشہور ہوئے۔

تعلیم و تربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی کے مدارس سے حاصل کی۔ آپ کے والد گرامی بھی بہت بڑے عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے انہی سے حاصل کی۔ مزید کتابی علوم درج

ذیل اساتذہ سے حاصل کیا۔

ابوالمعالی عبدالمنعم القراوی (نیشا پور میں) ابوالفضل محمد بن سلیمان ہمدانی اور ابو العلاء حسن بن احمد ہمدانی (ہمدان میں) ابو جعفر ہندہ (تبریز میں)

درج ذیل مشائخ و عرفاء سے روحانی تعلیم و تربیت پائی۔

شیخ کبیر روز بہان مصری (مصر قاہرہ میں) ابو طاہر محمد اصفہانی (سکندریہ میں) شیخ اسماعیل قصری (دیزفل میں) شیخ عمار یاسر بدلیسی (بدلیس میں) بابا خرج تبریزی (ہمدان میں) شیخ ابراہیم کرد (بغداد عراق میں) (۱۱)

ان تمام مشائخ کی تربیت سے آپ عظیم ولی اللہ بنے۔ آپ ظاہر و باطن میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ عارف باللہ، فانی اللہ، صاحب کشف و کرامات کے مالک تھے۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں فواتح الجلال و فوائح الجمال، السائرالحائر، الاصول العشرہ، اور آداب الصوفیہ شائع ہو گئے ہیں۔

غیب بینی

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ نے تمام مریدوں کو رات آرام و استراحت میں گزارنے کی ہدایت کی۔ اور خود بھی اپنے حجرے میں تشریف لے گئے۔ شیخ سیف الدین باخذری ایک لوٹا پانی لیے رات بھر حجرے کے دروازے پر کھڑے رات گزاری۔ صبح جب شیخ باہر نکلے تو سیف الدین کو وہاں کھڑا پایا۔ فرمایا میں نے ہدایت کی تھی کہ آج رات سب آرام سے گزاریں۔ سیف الدین نے عرض کیا۔ حضور! میرے دل کو آج کی اس خدمت سے بہت آرام ملا ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ اے سیف الدین! ایک خوشخبری سنو! کہ تمہاری رکاب میں بادشاہ دوڑیں گے۔

ایک دن بادشاہ وقت شیخ سیف الدین سے ملنے آیا۔ واپس جاتے وقت کہا کہ میں نے اپنا گھوڑا حضور کی نذر کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے جناب کو اس پر سوار کروں۔ آپ نے اسے قبول فرمایا۔ اور خانقاہ سے باہر آ گئے۔ بادشاہ نے گھوڑے کا لگام تھام لیا اور آپ کو گھوڑے پر سوار کر لیا۔ ابھی آپ پوری طرح سوار نہیں ہوئے تھے کہ گھوڑا بدک گیا اور تیز دوڑنے لگا۔ ساتھ ہی بادشاہ بھی گھوڑے کے ساتھ دوڑ پڑے۔

پچاس قدم کے فاصلے پر جا کر رک گیا۔ شیخ نے بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس واقعے میں حکمت یہ تھی کہ ایک شب میں نے نجم الدین کبریٰ کی خدمت کی تھی۔ جس سے آپ خوش ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ تمہاری رکاب میں بادشاہ دوڑیں گے۔ آج آپ کی یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی (۱۲)

شیخ نجم الدین کبریٰ سے مندرجہ ذیل سلاسل صوفیہ متمسک ہیں جو کم و بیش اب تک موجود ہیں۔

۱۔ سلسلہ کبرویہ جندیہ — جو شیخ بابا کمال جندی سے منسوب ہے۔

۲۔ سلسلہ کبرویہ حمویہ — جو شیخ سعود الدین حموی سے منسوب ہے۔

۳۔ سلسلہ کبرویہ خلوتیہ — جو شیخ محمد خلوتی کی طرف منسوب ہے۔

۴۔ سلسلہ زاہدیہ سیاہ پوش — جو شیخ جمال الدین گیلی سے منسوب ہے۔

۵۔ سلسلہ کبرویہ باخرزیہ — جو شیخ سیف الدین باخرزی سے منسوب ہے۔

۶۔ سلسلہ کبرویہ نعمت لاہیہ — جو شیخ نعمت اللہ ولی کرمانی سے منسوب ہے۔

۷۔ سلسلہ کبرویہ شعاریہ — جو شیخ عبداللہ شعاری سے منسوب ہے۔

۸۔ سلسلہ کبرویہ ہمدانیہ — میر سید علی ہمدانی سے منسوب ہے۔

۹۔ سلسلہ کبرویہ ذھبیہ — شیخ عبداللہ برزش آبادی سے منسوب ہے۔ (۱۳)

مذکورہ بالا سلاسل دنیا کے اسلامی ممالک کے ہر حصے میں کچھ نہ کچھ موجود ہیں اس طرح کبرویہ کے حلقے بہت وسیع ہیں۔

نجم الدین کبریٰ کی شہادت

جب تاتاری فوج نے خوارزم شہر پر حملہ کیا تو چنگیز خان اور اس کی اولاد جو شیخ نجم الدین کبریٰ کے بلند مرتبے سے واقف تھے۔ آپ کی خدمت میں کہلوا بھیجا کہ ہم خوارزم کے سلطان محمد شاہ کو قتل کرنا چاہتے ہیں آپ یہاں سے نکل جائیں۔ مبادا کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچ پائے۔ آپ نے جواباً" کہلوایا کہ زندگی کا بیشتر حصہ خوارزمیوں کے ساتھ گزاری ہے۔ مصائب اور تکالیف کے وقت ان لوگوں کو چھوڑنا مروت کے خلاف ہے اور انہیں علیحدہ نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنے تمام سربرآوردہ مریدوں کو جمع کیا اور انہیں

ہدایت کی کہ فوراً شہر سے نکل جائیں۔ اپنے تمام مریدوں کو شہر سے باہر بھیج دیا۔ چند مریدوں کو ساتھ لیکر آپ نے تاتاریوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ شیخ نے گوڑری پہنی' کمر باندھ لی اور بغل میں پتھر بھر لئے اور نیزہ پکڑ کر تاتاریوں پر حملہ آور ہو گئے۔ آپ ان پر پتھر برساتے اور نیزہ سے حملہ کرتے تھے۔ آخر ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور آپ کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں آپ شہادت کے درجے پر فائز ہو گیا یہ ۱۰ جمادی الاول ۶۱۸ ھ کی تاریخ تھی (۴۷) آپ کا مزار مبارک روس سے آزاد شدہ جمہوریہ ترکمانستان کے شہر خیوہ میں موجود ہے۔ اس بستی کا نام خوارزمیہ ہے۔

خلفاء و مریدین

آپ کے مریدین کی تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے کیونکہ آپ اسلامی ممالک کے بہت سے ملکوں میں رہے اور ہر جگہ رشد و ہدایت کے دریا بہاتے رہے۔ مصر' شام' عراق' ایران وسطی ایشیاء کے ملکوں میں آپ کے لاکھوں مرید تھے۔ جو آپ کے دست حق پر بیعت تھے مندرجہ ذیل مشائخ آپ کے ممتاز مریدوں اور خلفاء میں شمار ہوتے ہیں حضرت شیخ رضی الدین علی لالا' حضرت شیخ مجدالدین بغدادی' حضرت شیخ سعد الدین حموی' شیخ نجم الدین رازی' سیف الدین باخرزی' بابا کمال جندی' فرید الدین عطا نیشاپوری' جمال الدین گیلی' شیخ محمد خلوتی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

سلسلہ ہمدانیہ

شیخ نجم الدین کبریٰ سے شیخ محمود مزدقانی کے زمانہ یعنی چھٹی صدی ہجری تک یہ سلسلہ کبرویہ کے نام سے موسوم رہا پھر شیخ محمود مزدقانی کے مرید اور خلیفہ میر سید علی ہمدانی المعروف بہ شاہ ہمدان کے زمانے میں ہمدانیہ سے موسوم ہوا۔ پھر شاہ ہمدان کے مرید اور خلیفہ خواجہ اسحاق ختلانی کے زمانے میں ہمدانیہ سلسلہ نوربخشیہ اور ذہبیہ کے الگ الگ ناموں سے موسوم ہوئے۔ جو بالترتیب سید محمد نور بخش اور سید عبداللہ برزش آبادی سے منسوب ہیں۔ چونکہ شاہ ہمدان کی حالات زندگی اس کتاب کے باب اول میں درج کی گئی ہے لہذا یہاں پھر لکھنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

سلسلہ نور بخشیہ

میر سید علی ہمدانی اور خواجہ اسحاق ختلانی کے زمانے میں دین اسلام کا یہ روحانی نظام ہمدانیہ کے نام سے موسوم رہا پھر خواجہ اسحاق ختلانی کے مرید، خلیفہ اور شاگرد خاص میر سید محمد نوربخش سے یہ سلسلہ نور بخشیہ کہلایا جو ابھی تک اسی نام سے موسوم ہے۔ بعض دانشوروں کا یہ کہنا کہ سید محمد نوربخش ہی سلسلہ نور بخشیہ کا بانی ہے۔ راقم کے نزدیک درست نہیں چونکہ آنحضرتؐ سے سید محمد نور بخش تک بڑے بڑے ولی اللہ ہو گزرے ہیں۔ ان اولیاء کی نسبت سے پیروکاروں کے نام میں تبدیلی آتی رہی لیکن ان کے وظائف، اعمال، ریاضت، مجاہدے اور عبادات ایک تھے۔ ذیل میں ہم میر سید محمد نور بخش اور سلسلہ نور بخشیہ کا تعارف کر رہے ہیں۔

میر سید محمد نور بخشؒ

میر سید محمد نور بخش ۱۵ شعبان ۷۹۵ ھ مطابق ۲۶ جون ۱۳۹۳ء کو ایران کے مشہور علاقے قائن میں پیدا ہوئے۔ سات سال کی عمر میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا۔ سترہ سال کی عمر میں روحانی علوم کے اکتساب میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے شیوخ میں میر سید علی ہمدانی کے نامور خلیفہ و داماد خواجہ اسحاق ختلانی کا نامی گرامی سرفہرست ہے جن کی تربیت سے آپ ادرجہ قطب پر فائز ہوئے۔ آپ اپنی تصنیف رسالہ واردات میں فرماتے ہیں۔

پیریم و مرید خواجہ اسحاق! — آں شیخ شہید و قطب آفاق
کو بود مرید پیر فانی! — شاہ ہمدان علی ثانی (۲۶)

ان سطور سے معلوم ہوتا ہے کہ سید محمد نور بخش میر سید علی ہمدانی کے خلیفہ خواجہ اسحاق ختلانی کے مرید بھی تھے اور پیر بھی۔ سید محمد نور بخش ریاضت کے میدان میں اپنے پیر سے سبقت لے گئے اور پیر سے زیادہ بلند درجہ ولایت پر فائز ہوئے حضرت خواجہ نے اپنے تمام مریدوں کو ختلان میں خانقاہ ہمدانیہ کوہ تیری میں جمع کیا اور اعلان کیا کہ کل تک سید محمد نوربخش میرے مرید تھے لیکن آج سے وہ میرے پیر ہیں آپ نے انہیں نوربخش کا

NYF Manoor&Mehmoodabad unit karachi

لقب دیتے ہوئے مریدوں کو حکم دیا کہ وہ میرنوربخش کے ہاتھ پر بیعت کریں معصوم علی شاہ تحریر فرماتے ہیں۔

تمام سلسلہ ہمدانیہ بادی بیعت نموند (۱۷)

یوں خواجہ اسحاق نے تمام ہمدانیوں کو میرنوربخش کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم دے دیا اور خود بھی بیعت کر لی۔ میر نوربخش کے ایک نامور مرید شیخ محمد اسیری لاہجی (متوفی ۹۱۲ھ) اپنے پیر کو نوربخش کے لقب ملنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

آمدہ از غیب نامش نوربخش

بود چوں خورشید ذاتش نوربخش (۱۸)

حضرت خواجہ اسحاق ختلانی نے آپ کو نوربخش کا لقب عطا فرمایا اور آپ میرنوربخش کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ کے ارادتمند نوربخشی، نوربخشیہ کہلانے لگے جو اب بھی متداول ہے۔

میرنوربخش کی نسبت سے اس عظیم صوفی مسلک کو نوربخشیہ کے نام سے شہرت ملی جبکہ میر سید علی ہمدانی سے میرنوربخش تک اس روحانی سلسلے کا نام ہمدانیہ رہا۔ یہ عظیم ولی اللہ خلق خدا کو رشد و ہدایت پہنچانے میں مصروف رہے انہوں نے مرزا شاہ رخ کے باربار قید کرنے، سختیاں کرنے کے باوجود دنیا کے مختلف حصوں میں خود گئے اور اپنے نامور مریدوں کو روانہ کیا تاکہ لوگوں میں اسلام راسخ ہو جائے۔ ذیل میں ہم میر سید محمد نوربخش کے ان نامور مریدوں کی فہرست دے رہے ہیں جو مختلف علاقوں میں اشاعت و استحکام دین کا فریضہ سرانجام دینے پر مامور تھے۔

۱۔ درویش سلمان مکاری	سری نگر	کشمیر
۲۔ شیخ شمس الدین لاہجی اسیری	شیراز	ایران
۳۔ شاہ قاسم فیض بخش ابن سید محمد نوربخش	خراسان	ایران
۴۔ مولانا برہان الدین بغدادی	بغداد	عراق
۵۔ حاجی محمد سمرقندی	مصر	مصر
۶۔ محمد الدین مغربی	شام	شام
۷۔ مولانا حسن	کردستان	عراق

۸۔ شیخ محمد الوندی	ہمدان	ایران
۹۔ مولانا حسین کوکئی	ماورا النہر	بخارا، ترکستان
۱۰۔ مولانا عمادالدین	حیدر آباد دکن	بھارت
۱۱۔ شیخ محمود بحری	بحر آباد	ایران
۱۲۔ خلیل اللہ .خلانی	.خلان	آذربائیجان
۱۳۔ شیخ محمد نجیبی	سولغان	ایران (۱۹)

ان اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری تک نور بخشی مذہب نے عروج حاصل کیا تھا مختلف علاقوں میں ان کے شیوخ تبلیغ دین کے سلسلے پر مامور تھے اور کئی غیر مسلم علاقوں میں اسلام کی اشاعت میں مصروف تھے۔

میر سید محمد نور بخش بہت بڑے ولی اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نثرنگار اور اعلیٰ پائے کے شاعر بھی تھے۔ انہوں نے متعدد کتابیں اور رسالے لکھے۔ ان میں سے ۲۲ کتب و رسائل ہماری دسترس میں ہیں جو ہماری لائبریری کی متاع گراں ہیں۔ آپ نے ۷۴ سال کی عمر میں تہران کے نزدیک رے میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک وہاں اب بھی مرجع خلائق ہے۔

نور بخشیہ کا درخشاں ماضی

ابھی ابھی سلسلہ نور بخشیہ کی ایک مختصر تاریخ قارئین گرامی کی نظر سے گزر گئی ہے ان ادوار میں نور بخشیہ سلسلہ کم و بیش اسلامی بلاک کے ہر حصے میں ایک اسلامی روحانی نظام کے طور پر متداول رہا ہے۔ جس کے شیوخ علوم و فنون اور فن سپہ گری کے ماہر ہوتے تھے۔ جو شخص ان کی تربیت میں آتا وہ کندن بن کر نکلتا اور مینارۂ نور بن کر چمکتے تھے۔ جن کے رشد و ہدایت کا سلسلہ انتہائی وسیع ہوتا تھا۔ خاص طور پر ساتویں صدی ہجری سے بارہویں صدی ہجری تک تحریک نور بخشیہ کو عروج نصیب ہوا۔ ایران، ماوٗرالنہر، افغانستان اور کشمیر و بلتستان میں ہر جگہ ان کی طوطی بولتا تھا۔

سلسلہ نور بخشیہ کے مشائخ قلم و تلوار کے دھنی تھے وہ زبانی وعظ و نصیحت اور ارشاد و تبلیغ کے ساتھ ساتھ کتب و رسائل کی تصنیف و تالیف میں بھی مصروف رہتے تھے وہ

موجودہ نسل کو راہ حق دکھانے میں مصروف رہتے تھے اور ساتھ ہی نئی اور آنے والی نسل کی ضرورتوں سے غافل نہ تھے چنانچہ انہوں نے تحریر و تقریر دونوں طریقوں سے خلق خدا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ جب وہ تبلیغ و ارشاد کے سلسلے میں وعظ و نصیحت کرتے تو پتھر سے پتھر دل بھی موم ہو جاتا اور سرکش سے سرکش مجرم بھی راہ راست پر آجاتا تھا اسی طرح جب وہ کسی مشکل سے مشکل موضوع پر قلم اٹھاتے تو ایک ایک مسئلے کو اس طرح کھول کھول کر بیان کرتے کہ قاری کے ذہن کے دریچے کھلتے جاتے تھے۔

حضرت شیخ جنید بغدادی کے رسائل، حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی کی اداب المریدین، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کی فواتح الجلال و فوائح الجمال، السایر الحائر، اصول العشرہ آداب الصوفیہ، شیخ عبدالرحمٰن اسفرائنی کی کاشف الاسرار، آداب العزلہ اور تسلیک السلوک، شیخ علاؤالدولہ کی العروہ لاھل الخلوۃ و الجلوہ، خمخانہ وحدت، چہل مجلس، میر سید علی ہمدانی کے ۷۰ رسالے اور میر سید محمد نوربخش کی بائیس کتابیں عام دستیاب ہوتی ہیں جبکہ انہی بزرگوں کے مجموعی طور پر ۲۰۰ کے قریب ایسی کتابیں اور رسالے بھی ہیں جو کمیاب ہیں اور ہر کس و ناکس کی رسائی میں نہیں۔ اس سلسلے کے بزرگوں نے ہر موضوع پر لکھا ہے کوئی ایسا عنوان نہیں ملتا جس پر انہوں نے نہ لکھا ہو اس طرح تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، الہیات، اخلاق، معاشرت اور اقتصادیات جیسے موضوعات پر ان کے کتب و رسائل موجود ہیں۔

اس سلسلے کے شیوخ بڑے بڑے سرکش اور ظالم بادشاہوں سے ٹکر لیتے۔ بادشاہوں کی جی حضوری کے بجائے حق کی تلقین کرتے اور انہیں راہ راست پر لے آنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس ضمن میں ان کی مساعی سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ شاہ ہمدان اور سید محمد نوربخش کے ان بادشاہوں کے نام خطوط ان باتوں کی شہادت دیتے ہیں۔

شیخ نجم الدین کبریٰ منگولوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے کئی نامور مرید بھی شہید ہوئے۔ مرزا شاہ رخ ابن امیر تیمور نے سید محمد نوربخش کو تین بار گرفتار کرا کے قید کیا خواجہ اسحاق ختلانی کو جنہیں شاہ ہمدان کے داماد اور خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مرزا شاہ رخ نے محض سیاسی اغراض کی خاطر شہید کیا۔ میردانیال شہید ابن میر شمس الدین عراقی مرزا حیدر دوغلت گورنر کشمیر کے سیاسی اغراض کا نشانہ بنا۔

وقت کے بادشاہ ان شیوخ کے مریدوں کے وسیع حلقے اور عقید تمندوں کی بے حساب تعداد سے خوفزدہ رہتے تھے اور انہیں اپنی سیاسی اقتدار کے لئے خطرہ سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان بزرگوں کے خلاف سازشیں کیں اور علمائے سوء سے فتوے لے کر ان کے خلاف سخت اقدامات کیے۔

نور بخشیہ عراقی دور میں

شمس الدین عراقی نہ صرف بہت بڑے ولی اللہ تھے بلکہ کشف و کرامات کے مالک بھی تھے۔ انہوں نے سنٹرل ایشیا' اور کشمیر و بلتستان میں طوفانی دورے کیے۔ کابل کے سلطان الغ بیگ مرزا' کشمیر کے وزیر اعظم ملک موسیٰ رینہ' شپلو کے راجہ بہرام' سکردو کے راجہ بوغا' آپ کے مریدوں میں سے تھے۔ (٢٠) جب آپ دوسری بار ٩٠٢ھ کو کشمیر وارد ہوئے تو درج ذیل علماء اہل سنت نے عراقی کے ہاتھ پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ نور بخشیہ میں داخل ہو گئے۔

١۔ استاد جمیع علماء کشمیر کشاف دقائق حدیث مفسر مخدومنا و مولانا کمال الدین۔
٢۔ حافظ بصیر۔
٣۔ واقف اسرار قدوسی اتقی القضات جمال الدین محمد قدسی۔
٤۔ مولانا جمال الدین خلیل اللہ والد محمد علی کشمیری مصنف تحفۃ الاحباب
٥۔ افضل العلماء زمان مولانا ضیاء الدین سلمان

دیگر بہت سے علماء و فضلاء' طلبا یہ سب حنفی' شافعی مذہب کے پیرو تھے۔ ان تمام علماء کرام نے فقہ الاحوط اور اصول اعتقادیہ کا گہرا مطالعہ کیا اور سلسلہ نور بخشیہ کو قبول کر گئے۔ (٢١)

٨٩٦ھ میں میر عراقی پہلی دفعہ کشمیر سے عراق واپس گئے اس وقت سرینگر سے ایک لاکھ عقید تمندوں نے فریاد وزاری کے ساتھ آپ کو الوداع کہا تھا (٢٢)

عراقی نے قریہ قریہ' دیہات دیہات میں مساجد کی بنیاد رکھی اور وہاں آئمہ و مؤذن مقرر فرمائے۔ عورتوں و مردوں کو درس دیا کرتے تھے۔ (٢٣)

عراق کے معتقدین

میر شمس الدین عراقی سے قبل میر محمد ہمدانی ابن امیر کبیر سید علی ہمدانی کشمیر میں آئے ان کے ہمراہ میر سید احمد اصفہانی' سید محمد خاوری تھے۔ یہ دونوں میر محمد ہمدانی کے معتقد خاص تھے۔ (۲۴) سلطان سکندر (متوفی ۷۹۶ھ) میں سید محمد مدنی' میر تاج الدین' میر سید بیہان' سید حسین شیرازی آئے یہ سب میر عراقی کے شاگرد تھے۔ (۲۵)

• میر عراقی نے سلطان زین العابدین کے عہد میں مرتدین اور مذبذبین میں تبلیغ کر کے دوبارہ اسلام میں داخل کرائے۔ لا تعداد بت خانوں کو گرا دیا تاکہ لوگ اس کی طرف مائل نہ ہوں کشمیر کے بڑے بڑے سلاطین' نامور وزراء اور عوام کی بھاری تعداد مذہبی عقائد میں ان کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ ان میں وزیر اعظم ملک موسیٰ رینہ (متوفی ۹۱۶ھ) ملک کاجی چک (متوفی ۹۵۱ھ) ملک محمد نامی ملقب بہ کمال الدین (متوفی ۹۸۸ھ) اور ملک دولت چک شامل تھے۔ (۲۶) وزیر اعظم ملک موسیٰ رینہ کے نو سال عہد حکومت میں چوبیس ہزار خاندان مسلمان ہوئے۔ (۲۷) مختصر یہ کہ چند ہی روز میں تقریباً تمام اہل کشمیر خصوصاً فرقہ چک کے کل افراد میر شمس الدین کے مرید ہو گئے۔ (۲۸)

ان اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ نویں صدی ہجری میں پوری وادی کشمیر میر شمس الدین عراقی کے مرید ہو گئے تھے۔ اس زمانے میں سالم وادی کشمیر نور بخشی مسلک کے پیرو تھے۔ حکمران جماعت چک خاندان نور بخشی تھے۔ چکوں نے کشمیر میں تیس سال حکومت کی تھی۔ انہی کے دور میں نور بخشی مسلمانوں کا فقہ "الفقہ الاحوط" کشمیر میں دستورالعمل بنا کر نافذ کیا تھا۔ (۲۹)

اس کے بعد یعنی نویں صدی ہجری کے وسط سے مسلک نور بخشیہ پر محققین نے نہ تحقیق کی اور نہ تبصرے کئے۔ تب سے اب تک اس پر جمود طاری ہے اور بیشتر مورخین مرزا حیدر کے جانبدارانہ یک طرفہ رائے کو درج کرتے آ رہے ہیں۔ البتہ پروفیسر حسن شاہ صاحب واحد شخصیت ہیں جنہوں نے سید محمد نور بخش کی عظیم تصنیف فقہ الاحوط کو غور سے دیکھا' پرکھا اور اس کے عمیق مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حضرت امیر کبیر مسلک کے لحاظ سے سلسلہ کبرویہ سے منسلک تھے۔ اس سلسلے کی نسبت حضرت نجم الدین کبریٰ

شہید رحمتہ اللہ سے ہے۔ اس سلسلہ کے اکابرین میں آئمہ اہل بیت اور مشائخین عظام کے نام ملتے ہیں اس تحریک کی دو خصوصیتیں ظاہر ہوتی ہیں اولاً اتباع کتاب و سنت اور ثانیاً" اتحاد بین المسلمین حضرت سید محمد نوربخش نے اس نظریے کو واضح شکل دی اور اعمال و اشغال اور طریق و سلوک میں شامل کر دیا۔ ص ۳۰

ہماری ناقص رائے میں سید محمد نوربخش جیسا اتحاد اسلامی کا عظیم داعی تاریخ میں کوئی نہیں گزرا۔ چونکہ اسلامی بلاک کے دو عظیم فرقے شیعہ و سنی کے درمیان شروع سے باہمی چپقلش چلی آ رہی ہے اس فقہی نزاع نے ماضی میں لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کا خون چوسا اب بھی فرقہ وارانہ فسادات عام معمول ہے آپ انہیں یکجا دیکھنا چاہتے تھے تاکہ مسلمانوں کی طاقت و عظمت میں اضافہ ہو۔ آج بھی نوربخشی بزرگ اور نوربخشی عوام انتہائی شریف اور پرخلوص ہیں۔ نور بخشی مراکز خانقاہوں اور مساجد میں دوسرے مسلم فرقوں پر تنقید و تبصرے کبھی نہیں ہوئے۔

فقہ الاحوط

یہ فقہ سید محمد نوربخش کی تصنیف ہے۔ جس میں اصولی اور فروعی مسائل کا بیان ہے سید محمد نور بخش نے اسلامی فرقوں کے درمیان بڑھتے ہوئے اختلافی خلیج کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ فقہی کتاب موجودہ دور میں بھی مسلمانوں کے لئے دعوت فکر و اتحاد دیتی ہے۔ اس کے چند اہم نکات یہ ہیں۔

۱۔ "تمام اہل قبلہ مسلمان ہیں"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام اسلامی فرقے مسلمان ہیں اور فلاح پانے والے ہیں۔

۲۔ گناہ کبیرہ سے اجتناب کرنے والے کو مومن قرار دیا ہے۔

۳۔ پاؤں کا دھونا یا مسح کرنا ہاتھوں کو چھوڑنا یا باندھنے کے معاملے کو اسلام سے خارج یا نماز کو باطل نہیں کہا جا سکتا۔

۴۔ **لا تجتری فیما لا یجتمع علیہ الامتہ الاسلامیتہ** ایسے مسئلے میں یکطرفہ جرات کا مظاہرہ نہ کیا جائے جس میں تمام امتہ اسلامیہ کا اتفاق نہ ہو۔

کے ذریعے نوربخشیوں اور مسلمانوں کو اتحاد و یگانگت کی دعوت دی گئی۔

۵۔ فقہائے اسلام سے متعلق ابطال، تنقید، عیب جوئی اور نکتہ چینی سرے سے ہی نہیں ہے۔

۶۔ یہ فقہ اسلامی بنیادی ارکان پر یقین رکھتے ہوئے تمام فرقوں کے اعمال، وظائف اور دعاؤں کو اپنانے کی دعوت دیتا ہے۔

۷۔ تنگ نظری اور فرقہ پرستی کو مذموم ٹھہرایا گیا ہے۔

عدل و انصاف اور رواداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایک ایسی کتاب اور کتاب کے مصنف کی قدر کی جاتی اور اسلامی فرقوں کے درمیان روز بروز بڑھتی ہوئی خلیج کو کم کرنے والی آواز کا ساتھ دیتے اور اسلامی اتحاد کا مظاہرہ کرتے۔ وائے افسوس سیاسی اغراض کے حامیوں اور اقتدار پرستوں کو یہ آواز راس نہ آئی سید محمد نور بخش کو زندگی بھر کلی یا جزوی طور پر پابندیوں میں جکڑا رکھا گیا اور ان کی کتاب کو وہ مقام نہیں دیا گیا جو اس کا حق تھا۔ حتیٰ کہ گورنر کشمیر مرزا حیدر دوغلت نے محض ذاتی تعصب اور سیاسی اغراض کی تکمیل کے لئے اس کے سینکڑوں نسخے نذر آتش کر دیئے۔

مرزا حیدر کون تھا؟

مرزا صوبہ شاش کے صدر مقام تاشقند میں پیدا ہوا۔ جہاں اس کا باپ گورنر تھا۔ یہ دوغلت قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا باپ بے حد سازشی اور شرپسند تھا (۳۱)

حسب و نسب

مرزا حیدر گورگان و نواسہ یونس خان و خالہ زادۂ بابر شاہ، دیرینہ ابو سعید بادشاہ یارقند و مغلوستان ابن احمد خان ابن یونس خان مزکور، ازاولاد تغلوق تیمور خان از نسل چغتائی ابن چنگیز خان۔ (۳۲)

نور بخشی مسلمانوں پر مظالم

مرزا حیدر کے مظالم کی داستان جناب محمد الدین فوق کی زبانی سنئے یاد رکھیے فوق نور بخشیہ کے لئے لفظ شیعہ استعمال کرتے ہیں۔

اہل سنت ۔ مرزا حیدر کا رخ دیکھ کر شیعوں کی تاخت و تاراج پر آمدہ ہوا۔ گھربار کو

آگ لگائی۔ خانقاہ میر شمس الدین عراقی جو سری نگر میں محلہ جدی بل میں واقع ہے جلا دی گئی۔ بابا علی بخار کے مرید شگی رشی کو جو پرس پور میں تبلیغ دین کر رہا تھا۔ بے رحمی سے قتل کیا گیا۔ قاضی میر علی کو جلاوطن کر کے گھربار لوٹ لیا گیا۔ میر عراقی کے سینکڑوں معتقدین اس ہنگامے میں مارے گئے۔ ہزاروں گھر ویران ہو گئے۔ مرزا نے میر کے بڑے بیٹے دانیال کو سکردو سے محبوس کر کے لایا سال بھر قید کر کے رکھا۔ اسے بھی قاضی ابراہیم اور قاضی عبدالغفور کے فتوے پر شہید کیا گیا۔ اس واقعہ کی تاریخ دشت کربلا ۹۵۷ ھ لکھی ہے (۳۳)

۱۵۳۵ء میں حضرت رشی، صوفی داؤد، صاحب خطیب، اور دوسرے کئی نور بخشیوں کو پھانسی کے تختہ پر کھڑا کر دیا۔ (۳۴)

دانیال شہید کو سری نگر کے محلہ شہاب الدین پورہ میں شہید کیا گیا۔ دولت چک نے ان کی لاش کو وہاں سے نکالا اور خانقاہ زڈی بل میں میر شمس الدین عراقی کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (۳۵) کاشغری نے دانیال کو ان کی بڑھتی ہوئی شہرت اور ہر دلعزیزی کے خوف سے اپنے محل ہی میں قید کیا تھا اور پھر اسی حدود میں شہید کیا آخر وہ عارضی طور پر شہاب الدین پورہ میں دفن کیا گیا۔ (۳۵)

کشمیر پر پہلا حملہ

۹۳۹ ھ میں مرزا حیدر نے سلطان ابو سعید حاکم کاشغر کی طرف سے کشمیر پر حملہ کیا تھا جو خالص سیاسی نوعیت کا تھا جس میں انہوں نے ۴۰۰۰ گھوڑے اور چودہ ہزار لشکر استعمال کیے۔ (۳۶) اس جنگ میں مرزا حیدر کامیاب ہوا۔ ۹۳۵ ھ ۱۵۲۵ء کو واپس کاشغر پہنچا۔ جنگ میں کئی سردار اور ایک ہزار چھ سو کشمیری سپاہی مارے گئے۔ جنگ کی وجہ سے کشمیر میں قحط پڑ گیا۔ ایک من غلہ پانچ ہزار تنکہ میں فروخت ہو رہا تھا۔ قحط کی وجہ سے ہزاروں جانیں تلف ہوئیں۔ (۳۷)

کشمیر پر دوسرا حملہ

مرزا حیدر کی واپسی کے بعد حکومت ملک کاجی چک کے ہاتھ میں آگئی جو میر شمس الدین عراقی کا مرید تھا۔ جب حکومت نور بخشی حکمرانوں کے ہاتھوں میں آگئی تو ملک ابدال

ماگرے، ریگی چک، اور دوسرے ماگرے سرداروں نے لاہور میں ہمایوں بادشاہ سے شکایت کی، ان سرداروں نے کاجی چک کے مظالم کی داستان دردناک انداز میں بیان کیے۔ کتاب احوط کا ایک نسخہ بھی پیش کیا جس سے ہمایوں اور اس کے درباریوں کے دلوں پر نقش برسنگ کندہ کر دیا۔ اور ہمایوں نے مرزا حیدر کو کشمیر پر حملے کا حکم دیا۔ (۳۸) یہ واقعہ ۲۰ رجب ۹۴۷ھ ہے۔

اس جھگڑے کو مورخین سنی شیعہ فسادات لکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ فرقہ میر شمس الدین عراقی کے بہت بعد کشمیر میں نمودار ہوا ہے اور جس واقعے کو مورخین فسادات قرار دیتے ہیں وہ بھی کوئی جھگڑا فساد نہیں تھے بلکہ نور بخشیوں کے خلاف یک طرفہ کارروائی تھی۔ جس میں اہلسنّت اور سرکاری مشنری نے نور بخشیوں کے خلاف طاقت استعمال کی۔ جس میں گورنر کشمیر نے میر شمس الدین کے نور نظر میردانیال کو شہید کیا۔ اس وقت میردانیال کشمیری نور بخشیوں کے روحانی پیشوا تھے۔

جناب سید محمود آزاد اس واقعے کے پول کو اس طرح کھولتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ مرزا حیدر نے اہل سنت و الجماعت کے سرداروں کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے نور بخشیہ فرقہ پر زیادتی کی۔ (۳۱)

میر شمس الدین عراقی کے عقیدتمندوں میں جن لوگوں نے سنی بننا گوارا کیا انہیں چھوڑ دیا گیا اور جنہوں نے مذہبی انحراف سے انکار کیا انہیں قتل کر دیا۔ گھربار غارت کر دیے۔ اس طرح ہزاروں مخلص نور بخشی قتل ہوئے۔ خانقاہ نور بخشیہ جدی بل سمیت بہت سی نور بخشی مسجدوں اور خانقاہوں کو شہید کیا گیا۔ حتیٰ کہ نور بخشی بزرگوں کے مقبرے بھی گرا دیے گئے۔ نور بخشی کتابوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ان ساری کارروائیوں کے لئے اس وقت کے ڈکٹیٹر نے علماء ہند سے فتوے بھی حاصل کیے۔

علمائے ہندوستان کا فتویٰ

مرزا حیدر دوغلت نے اپنی شخصی حکومت کے استحکام کے لئے ضروری جانا کہ نور بخشیوں کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے اس نے فتویٰ حاصل کیا۔ فتوے کا متن تاریخی کتابوں کی زینت ہے۔ جنہیں پڑھ کر عقل و خرد علمائے ہند کی فقاہت پر منہ پیٹ کے رہ جاتا ہے اور جن باتوں کی بناء پر نور بخشیوں کو قابل گردن زدنی قرار دیا

گیا وہ اتنی معمولی اور بے وزن ہیں کہ آج کے جمہوری دور میں ایسی باتوں پر اس قدر سخت فتوئی دینے والا فاتر العقل کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا اور سوائے تنگ نظر، بدباطن و خود غرض کے ایسے فتوے پر عمل نہیں کر سکتا۔ ذیل میں ہم فتوی کا مکمل متن دے رہے ہیں تاکہ قارئین خود ملاحظہ فرمائیں۔

علمائے ہند کا فتوئی

اللّٰھم ارنا الحق حقا و ارنا الباطل باطلا و ارنا الاشیاء کما ھی۔ بعد مطالعہ ایں کتاب و تعمق بسیار در مسائل آں معلوم شد کہ صاحب این کتاب مذہب باطل داشتہ و از سنت مشہورہ اجتناب ورزیدہ۔ متقید اہل سنت و الجماعت نہ نبودہ و در **دعوی ان اللہ امرنی ان ارفع اختلاف من بین ھذہ الامتہ اوّلا فی الفروع کما کانت فی زمانہ من غیر زیادۃ و نقصان و ثانیا" فی الاصول من بین الامم و کافتہ اہل العالم بالیقین** کاذب بودہ و مائل مذھب زندقہ و سقد گشتہ۔ محو ایں نوع کتاب و نفی آں از عالم بر کسانیکہ قادر باشند از موجبات و فرائض است و قلع قمع این مذھب و ایں کتاب فرض است وچوں مصر باشند و ازیں مذہب برنہ گروند دفع شر ایشاں از مسلمان باید۔ و القتل واجب است۔ و اگر تائیب شوند و ترک ایں مذہب نمائند امر فرمائند کہ متابعت مذہب ابی حنفیہ کہ **سراج امتی** در شان او حضرت رسالت پناہی فرمودہ است قبول فرمائند۔ (۴۲)

اے اللہ ہمیں حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھا۔ اور تمام اشیاء کی حقیقت بھی ہمیں آشکارا کر۔ اس کتاب (فتنہ الاحوط) پر خوب مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا مصنف باطل مذہب رکھتا ہے اور مشہور سنت سے اجتناب کرتا ہے اور یہ اہل سنت نہیں ہے۔ **ان اللہ امرنی ان ارفع اختلاف** کا دعوئی بے بنیاد ہے اور وہ زندقہ و سقد کی طرف مائل تھا۔ دنیا سے اس کتاب کو ختم کرنا اور جلانا حکمران جماعت کے لئے واجب و فرض کا درجہ رکھتا ہے۔ اس قسم کے مذہب اور کتاب کو قلع قمع کرنا فرائض میں سے ہے۔ یہ لوگ اپنے مذہب کو چھوڑنے کے انکاری ہوئے تو ان کی شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا حکمرانوں پر واجب ہے۔ اگر یہ لوگ توبہ تائیب کریں اور اپنے مذہب کو چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں تو ان کو امام ابو حنفیہ کا مذہب (اہل سنت) کی راہ دکھائیں چونکہ حضورؐ کا فرمان سراج

امتی امام ابو حنیفہ مراد ہیں۔

یہ فتویٰ حاصل کرنے کے بعد نور بخشی مسلمانوں پر وہ ستم ڈھایا گیا جو مرزا حیدر کے بس میں تھا۔

مرزا حیدر کا اعتراف جرم

وچوں ایں نوشتہ بمن رسید بسیارے از مردم کشمیر را مذہب ارتداد میل تمام داشتند طوعا" و کرھا" مذہب حق را آوردام و بسیارے لا بقتل رسانیدم (۴۳)

جب یہ فتویٰ نامہ میرے پاس پہنچا کشمیر کے اکثر لوگ مرتد تھے میں نے ان کو طوعا" و کرھا" مذہب حق (اہل سنت) میں لایا اور بہت سوں کو قتل کر دیا۔

مرزا نے نور بخشی لوگوں کے قتل پر اکتفا نہیں بلکہ نور بخشی مذہب کو مٹانے اور کتابوں کو جلانے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا مرزا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے۔

حالیا کسی ازیں مذخرافات را آشکارا نمی تواند کرد ہمہ منکر مطلق اندو خود را از اہل سنت و الجماعت نمائند و شدت بندہ پیش ایشاں معلوم شدہ است کہ اگر ظاہر شود بغیر قتل دیگر معاملہ نہ خواہند رفت۔ آں بدبختی ازایشاں امیداست بمرور توفیق اللہ تعالیٰ و سعی بندۂ بہ خیزد (۴۴)

اب حالات یہ ہو گئی ہے کہ ان بے ہودہ باتوں کو ظاہر کرنے والا کوئی نہیں۔ سب ان باتوں کو ترک کر چکے ہیں۔ اور خود کو اہل سنت و الجماعت بتاتے ہیں چونکہ انہیں میری سختی اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر وہ حقیقت کے سوا کچھ اور ظاہر کرے تو ان کو قتل کیے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ امید ہے کہ اللہ کی توفیق اور بندہ کی کوشش سے ان سے یہ بدبختی دور ہو جائے گی۔

اب یہ بات عیاں ہو گئی کہ نور بخشی مسلمانوں پر سلسلہ نور بخشیہ چھوڑنے کے لئے کس قدر ظلم ڈھایا گیا۔ مذہب نہ چھوڑنے پر انہیں قتل و غارتگری کا سامنا تھا لوگ اتنے خوفزدہ ہو چکے تھے کہ وہ خود کو اہل سنت و الجماعت ظاہر کرتے تھے۔ دین' عقیدے کو ظاہر کرنا ان کے بس کی بات نہ تھی' چونکہ ان کے بڑے بڑے سربرآوردہ شخصیات قتل ہو چکے تھے۔ بہت سے علماء دین گرفتار تھے اور وہ سنی بن کر اپنی جان کی خیر منانے پر مجبور تھے۔

جب فتویٰ جہانگیر کو ملا تو وہ بھی غضبناک ہوا۔ انہوں نے بھی نور بخشی مذہب کو ختم کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا وہ ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے۔

جہانگیر کا اعتراف

جب یہ نوشتہ (علماء کا فتویٰ) میرے پاس پہنچا تو مرحوم کشمیر ارتداد کی طرف میل رکھتے تھے۔ طوعاً" و کرھا" مذہب حق میں ان کو لایا۔ بہت آدمیوں کو قتل کیا۔ ایک جماعت نے تصوف میں پناہ لی اور اپنا نام صوفی رکھا لیکن وہ نہ صوفی صافی نہ زندیق۔ چند ملحدی مذہب رکھتے ہیں۔ شب بیداری کم خوابی کو تقویٰ و طہارت جانتے ہیں جو کچھ ہاتھ لگے وہ کھا جاتے ہیں اور لے لیتے ہیں۔ شرو حرص بہت رکھتے ہیں اور ہمیشہ خوابوں کی تعبیر کر لیتے ہیں' اپنی کرامات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ اس سال میں یہ ہو گا' وہ ہو گا۔ مغیبات آئندہ و گزشتہ کے اخبار میں مشغول رہتے ہیں' ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں' اس رسوائی سے چلہ بیٹھتے ہیں کہ اہل علم کے علم کو نہایت مذموم و مکروہ جانتے ہیں' بے شریعت راہ طریقت پر چلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل طریقت کو شریعت سے کچھ کام نہیں۔ غرض اس طرح ملا جلا و زندقہ اور جگہ دیکھنے میں نہیں آتے۔ عیاذاً" باللہ حق سبحانہ و تعالیٰ کل اہل اسلام کو اس نوع کی آفات و بلیات سے اپنی عصمت میں محفوظ رکھے بحق محمد و آلہ (۳۵)

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا حیدر دوغلت کی بے وقت موت سے نور بخشی لوگوں کی جان میں جان آئی اور کچھ مرزا کے ہاتھوں قتل ہونے سے رہ گئے۔ اس طرح جو کسر رہ گئی تھی جہانگیر نے اسی کسر کو پورا کیا۔

زوال نور بخشیہ

میر سید محمد نور بخش اور ان کے خلفاء نے نور بخشی سلسلے کو ایران' عراق اور ترکستان کے علاقوں میں مقبول عام بنا دیا تھا۔ ایک انقلابی روحانی مسلک کی حیثیت سے سلسلہ نور بخشیہ بڑی تیزی سے پھیل رہا تھا۔ اس کی روز افزوں بڑھتی ہوئی مقبولیت سے حکمران

وقت کافی پریشان تھے۔ مرزا شاہ رخ حاکم عراق خراسان نے آپ پر کئی پابندیاں عاید کر دی تھیں حتیٰ کہ آپ عمامہ جیسی سنت رسول نہیں باندھ سکتے تھے۔ ایک بار مرزا کے حکم سے آپ کو کردستان بدر کر دیا گیا۔ کڑی نگرانی اور پابجولان ہونے کے باوجود آپ سے ایک لاکھ عقیدت مندوں نے کسی نہ کسی طریقے سے استفادہ کر لیا۔ (۴۶)

اس واقعے سے آپ کی مقبولیت اور نور بخشی مسلک کے اثر و نفوذ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جب آپ کردستان پہنچے تو کردستان کے قبائل نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور آپ کے نام پر سکے جاری کیے۔ (۴۷) اس طرح دنیائے تصوف میں آپ پہلی شخصیت ہیں جن کے نام سکے جاری ہوئے۔

کردستان میں مقبولیت سے مرزا کو خطرہ محسوس ہوا تو پھر آپ کے درپے آزار ہوئے۔ اور ۸۵۰ھ میں موت تک اسے چین نصیب نہیں ہوا۔

۸۶۹ھ میں نور بخش کی وفات کے بعد آپ کے بیٹے شاہ قاسم فیض بخش اور نور بخش کے دوسرے نامور خلفاء اور مریدین کی وجہ سے نور بخشیہ کو زبردست اثر و رسوخ اور مقبولیت حاصل رہی تاہم شاہ قاسم فیض بخش کے بعد ان کے اخلاف کے زمانے میں ایران میں صفوی تحریک شروع ہوئی۔ شاہ اسماعیل صفوی کی انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بننا پڑا۔ غرض بارہویں صدی ہجری تک ایران کی صفوی حکومت کے قلم رو میں جو موجودہ ایران افغانستان اور عراق وغیرہ تھا' نور بخشیہ سلسلہ بے حد کمزور ہو چکا تھا موجودہ زمانے میں ایران میں چند نور بخشی مراکز موجود ہیں۔

سید محمد نور بخش خود ترکستان کے راستے بلتستان پہنچے تھے انہوں نے بلتستان اور بلتستان کے مضافات میں دین اسلام کو رواج دیا تھا' پھر ان کے بیٹے شاہ قاسم فیض بخش نے میر شمس الدین عراقی کو کشمیر بھیجا جہاں انہوں نے بے پناہ کامیابی حاصل کی۔ ان کی کوششوں سے کشمیر اور مضافات کشمیر میں سلسلہ نور بخشیہ کو مقبولیت عامہ حاصل ہوا لیکن ۹۳۸ھ سے ۹۵۷ھ کے دوران جب مرزا حیدر کاشغری کو کشمیر کی حکومت ملی تو اس نے نور بخشی سلسلے پر سختیاں کیں اور اسے کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس طرح کشمیر میں سلسلہ نور بخشیہ کو سخت دھچکا لگا۔ رہی سہی کسر مغل حکمران جہانگیر نے پوری کی۔ اس طرح کشمیر خاص سے نور بخشیہ سلسلے کا خاتمہ ہو گیا آج کل خانقاہ نور بخشیہ جدی مل پر شیعہ

حضرات کا کنٹرول ہے اور جدی بل کی نور بخشی آبادی شیعہ فرقے میں تبدیل ہو گئی ہے۔
البتہ بلتستان' لداخ اور ان کے گردونواح میں اب بھی بکثرت نور بخشی آباد ہیں۔

ہم نے ان سطور میں واضح کیا ہے کہ سلسلہ نور بخشیہ ہی شاہ ہمدان کے روحانی یادگار ہے۔ سرزمین بلتستان کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ اپنے سینے پر سلسلہ نور بخشیہ اب تک آباد رکھے ہوئے ہیں جبکہ یہ سلسلہ ایران اور کشمیر سے ختم کر دیا گیا ہے حالانکہ اس سلسلے کے بزرگوں کا تعلق ایران ہی سے تھا ان کا مقبرہ اب بھی وہاں زیارت گاہ خلائق بنے ہوئے ہیں۔

اب وطن عزیز کے مختلف خطوں اور علاقوں میں سلسلہ نور بخشیہ کی بقا اور آبیاری کے لئے مختلف تنظیمیں وجود میں آئی ہیں۔ بعض نشرواشاعت میں مصروف ہیں بعض نور بخشی مراکز اور مدارس قائم کر رہے ہیں اب امید کی ایک کرن پڑ رہی ہے کہ

یہ شب دیجور بھی آخر بسر ہونے کو ہے
سونے والو چند لمحوں تک سحر ہونے کو ہے

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi

-حواشی-

(۱) شرح گلشن راز ص ۶۹۸

(۲) فق الاحوط مطبوعہ ص ۲۴۳

(۳) خزینۃ الاولیاء جلد دوم صفحہ ۹۵

(۴) نفحات الانس ص ۹۹

(۵) سوانح جنید بغدادی صفحہ ۵۱

(۶) ایضاً ص ۵۲

(۷) سوانح جنید بغدادی صفحہ ۵۲

(۸) نفحات الانس صفحہ ۸۱

(۹) سوانح جنید بغدادی ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر-

(۱۰) مشجرالاولیاء صفحہ ۱۷۷ جلد دوم

(۱۱) مقدمہ دو رسالہ عرفانی صفحہ ۱۲ تا ۱۷

(۱۲) نفحات الانس صفحہ ۴۳۱

(۱۳) مقدمہ اقرب الطرق ص ۱۲

(۱۴) مقدمہ اقرب الطرق ص ۴۲

(۱۵) مقدمہ اقرب صفحہ ۴۲

(۱۶) واردات قلبی صفحہ ۶

(۱۷) طرائق الحقائق جلد اول صفحہ ۳۸۵

(۱۸) اسرار الشہود ص ۲۰

(۱۹) احوال و آثار سید محمد نوربخش صفحہ ۳۳

(۲۰) تحفۃ الاحباب ص ۳۰۰

(۲۱) تحفۃ الاحباب ص ۳۳۱

(۲۲) ایضاً صفحہ ۳۵۳

(۲۳) کاشف الحق صفحہ ۷

(٢٤) ایضاً صفحہ ٣

(٢٥) ایضاً صفحہ ٤

(٢٦) ایضاً صفحہ ٧

(٢٧) ایضاً صفحہ ٣

(٢٨) ایضاً صفحہ ٧

(٢٩) مکمل تاریخ کشمیر صفحہ ٣١٥

(٣٠) تحفۃ الاحوط ص ٢٢٩

(٣١) تاریخ کشمیر صفحہ ٣٣٩ از سید محمود آزاد

(٣٢) مکمل تاریخ کشمیر صفحہ ٣٣٦ از فوق۔

(٣٣) مکمل تاریخ کشمیر فوق صفحہ ٣٢٠

(٣٤) تاریخ کشمیر آزاد صفحہ ٣٣٥

(٣٥) کاشف الحق صفحہ ٥

(٣٦) ایضاً صفحہ ٧

(٣٧) مکمل تاریخ کشمیر فوق صفحہ ٣٣٦

(٣٩) مکمل تاریخ کشمیر صفحہ ٣٤٣

(٤٠) ایضاً صفحہ ٣٤٦

(٤١) تاریخ کشمیر صفحہ ٣٥٩ از آزاد

(٤٢) تاریخ فرشتہ اردو صفحہ ٣٣٠

(٤٣) ایضاً صفحہ ٢

(٤٤) تاریخ رشیدی قلمی پنجاب یونیورسٹی لاہور بحوالہ دعوت اتحاد ص ١٨۔

(٤٥) حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے ناقدین صفحہ ١٩

(٤٦) مجالس المومنین صفحہ ٥

(٤٧) مجالس المومنین صفحہ ٣٠٣

مسلم فرقوں کی آمد اور سلسلہ نور بخشیہ کی شکست و ریخت

سنٹرل کشمیر اور ایران سے سلسلہ نور بخشیہ ختم ہو جانے کے بعد بلتستان کے نور بخشیہ بھی محفوظ نہ رہے۔ انیسویں صدی عیسوی تک بلتستان کی سالم آبادی نور بخشی تھی جن کی نشاندہی مختلف مؤرخین کرتے ہیں۔

۱۔ انجمن تحفظ حقوق اہل سنت کے صدر جناب سعدی فاروقی رقمطراز ہیں۔

"اس وقت سواد اعظم کا نام و نشان تک نہ تھا"۔ (۱)

ان کا اشارہ ۱۹۰۶ء کی طرف ہے چونکہ اسی سال بلتستان کا مقامی حنفی مبلغ مولانا محمد کثیر پیدا ہوئے۔ مولانا محمد کثیر نے ابتدائی تعلیم میں سراج الاسلام فقہ احوط اور قاسمیہ پڑھی تھی چونکہ وہ اپنے خاندانی سلسلہ کے مطابق نور بخشیہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ (۲)

۲۔ اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن اپنی تعارف نامہ میں لکھتے ہیں۔

"اہل حدیث کے رہنماؤں میں مولانا عبدالرحیم بن عبدالعزیز، مولانا حافظ محمد موسیٰ، مولانا کریم بخش، مولانا ابوالحسن، مولانا عبدالمنان، مولانا عبدالصمد، مولانا حافظ عبدالرحمٰن، مولانا عبداللہ اکبر، مولانا محمد علی، اور مولانا عبدالقادر ہیں (۳)

۳۔ نپلو میں اہل سنت کی تعداد اور اشاعت کے بارے میں سید مبارک علی شاہ اپنے بیٹے جناب محرم علی شاہ سے یوں گفتگو کرتے ہیں۔

جب میں اس علاقے میں پہنچا تو گنتی کے دو چار شخص حنفی العقیدہ تھے۔ ہم مولانا ابراہیم کے گھر کے سامنے ایک درخت کے سایہ تلے ظہر اور عصر بعض اوقات مغرب کی

نماز پڑھا کرتے تھے۔ (۴)

۴۔ محمد یوسف حسین آبادی تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ جواد (متوفی ۱۹۳۰ء) نے یہاں کی اکثر آبادی کو تقلید جی پر رجوع کروایا جو اشاعت اسلام سے تب تک نویں صدی ہجری کے نامور مفتی حضرت سید محمد نور بخش کی مقلد اور ان کی کتاب فقہ احوط پر عمل پیرا تھی (۵)

۵۔ تقسیم ہند اور قیام پاکستان سے قبل نور بخشی طلباء دہلی، امرتسر اور منصوری جا کر مقلد و غیر مقلد بن جاتے تھے قیام پاکستان کے بعد اب یہ طلباء، جہلم، فیصل آباد، لاہور، گوجرانوالہ اور کراچی رخ کرنے لگے۔ ان اداروں میں پڑھنے والے اکثر نور بخشیوں نے اپنا مذہب چھوڑ بیٹھے۔ ان غیر مقلدین اور مقلدین کی درسگاہوں سے فارغ یافتہ نور بخشی طلباء اور علماء نے نور بخشی مراکز، ادارے مدرسے اور مساجد کی خدمات سنبھالی ہیں۔ مساجد ذکر اللہ اور نماز باجماعت سے آباد ہیں۔

سطور بالا پر نگاہ ڈالنے کہ بیسویں کے آغاز سے اختتام تک سلسلہ نور بخشیہ کا زوال جاری رہا۔ سکردو، کھرمنگ، روندو، کی سالم آبادی کا شگر کی بیشتر آبادی اور خپلو کے کئی مواضعات شیعہ ہو گئے۔ جبکہ غواڑی، یوگو میں اکثریت اہل حدیث مسلک اختیار کر گئے ہیں۔ خپلو، ڈوغنی اور چھوربٹ کی کچھ آبادی حنفی ہو گئے ہیں۔

رواں صدی میں جہاں شاہ ہمدان کے ظاہری آثار مخدوش ہوتے جا رہے ہیں وہاں روحانی آثار سلسلہ نور بخشیہ بھی شکست و ریخت سے محفوظ نہ رہے۔ جس کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ایسے میں تمام مسلمان فرقوں کو چاہیے کہ کشمیر و بلتستان کے مبلغ اول حضرت امیر کبیر علیہ الرحمۃ کے ظاہری آثار کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ان کے روحانی آثار سلسلہ نور بخشیہ کی بقا اور آبیاری کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں۔ تاکہ اپنے عظیم محسن کے یادگار کو زندہ جاوید رکھا جائے۔ یہی انصاف کا تقاضا اور وقت کی اہم ضرورت ہے۔

-حواشی-

۱- سوانح عمری مولانا محمد کبیر صفحہ ۴
۲- ایضاً صفحہ ۴
۳- تعارف نامہ صفحہ ۱
۴- احناف کی حالت زار اور اس کا علاج صفحہ ۴
۵- بلتستان پر ایک نظر صفحہ ۴۸

ماخذ و مصادر

۱۔ حضرت میر سید علی ہمدانی (اردو) ڈاکٹر محمد ریاض سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۵ء
۲۔ احوال و آثار و اشعار میر سید علی ہمدانی، دکتر محمد ریاض باہتمام مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد ۱۹۸۵ء۔
۳۔ تذکرۂ شاہ ہمدان (اردو) ڈاکٹر سید آغا حسین ہمدانی، سادات ہمدانیہ کونسل راولپنڈی اسلام آباد ۱۹۸۶ء
۴۔ سالار عجم، (اردو) پروفیسر عبدالرحمٰن ہمدانی، سادات ہمدانیہ ویلفیئر سوسائٹی پنجاب لاہور جنوری ۱۹۹۰ء
۵۔ سوانح جنید بغدادی، (اردو) ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر، ترجمہ محمد کاظم، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۸ء
۶۔ ذکر شاہِ ہمدان، (اردو) ڈاکٹر سید آغا حسین ہمدانی، ڈاکٹر فیض الرحمٰن ہمدانی، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور جون ۱۹۸۸ء
۷۔ مقدمہ اقرب الطرق، (فارسی) سید علی ہمدانی، باہتمام شریف محسن، نشر صفا تہران ۱۳۸۲ش
۸۔ مقدمہ دو رسالہ عرفانی، (فارسی) شیخ نجم الدین کبریٰ، باہتمام حسین بدرالدین، نشر صفا ۱۳۶۴ش
۹۔ نفحات الانس، (فارسی) مولانا عبدالرحمٰن بن احمد جامی، باہتمام مہدی توحیدی پوری، محمودی تہران ۱۳۳۶ش۔
۱۰۔ طرائق الحقائق، (فارسی) معصوم علی شاہ، بتصحیح محمد جعفر محجوب باہتمام کتاب خانہ سنائی ایران۔ ۱۳۱۸ھ
۱۱۔ اسرار الشہود، (فارسی) شیخ محمد اسیری لاہیجی (متوفی ۹۱۲ھ) بتصحیح دکتر برات زنجانی باہتمام اشارات امیر کبیر تہران ۱۳۴۵ش
۱۲۔ صحیفۃ الاولیا، (فارسی) سید محمد نوربخش، فوٹو اسٹیٹ قلمی، مولوی عبدالسلام صوفیہ لائبریری چھتچن بلتستان
۱۳۔ کشف الحقائق، (فارسی) سید محمد نوربخش قلمی برات لائبریری برق چھن بلتستان

۱۴۔واردات قلمی ' (فارسی) سید محمد نور بخش 〃 〃 〃
۱۵۔اورادامیریہ عربی میر سید علی ہمدانی 〃 〃 〃
۱۶۔خواطریہ 〃 〃 〃
〃 〃 〃
۱۷۔خلاصۃ المناقب قلمی ' (فارسی) آقائے سید حمایت علی نائب پیر نور بخشیہ بلتستان
۱۸۔ فقہ الاحوط ' (عربی) مطبوعہ ' سید محمد نور بخش ' باہتمام علامہ محمد بشیر ندوۃ الاسلامیہ محمود آباد نور بخشیہ کراچی ۱۹۷۳ء
۱۹۔احوال و آثار سید محمد نور بخش ' (اردو) خادم حسین پنڈوی باہتمام انجمن فلاح و بہبودی نور بخشی محمود آباد کراچی ۱۹۸۵ء
۲۰۔ تاریخ جموں ' (اردو) مولوی حشمت اللہ خان لکھنوی ' ویری ناگ پبلیکیشنز آزاد کشمیر ۱۹۸۱ء
۲۱۔ مجالس المومنین ' (فارسی) قاضی نور اللہ شوشتری (متوفی ۱۰۱۹ھ)
۲۲۔ تاریخ رشیدی ' (فارسی) قلمی لائبریری پنجاب یونیورسٹی لاہور، بحوالہ دعوت اتحاد از مولوی محمد امین بلتستانی باہتمام امامیہ بلتستان لاہور سن ندارد
۲۳۔نور المومنین ' (اردو) حمزہ علی خیلو ' ہمدرد سٹیم پریس راولپنڈی ۱۳۰۷ھ
۲۴۔وحدت اسلامی ' (اردو) جولائی/اگست ۱۹۹۱ء اسلام آباد
۲۵۔ کشمیر میں اشاعت اسلام ' (اردو) سلیم خان گمی پشاور ۱۹۸۷ء
۲۶۔سوانح عمری مولانا محمد کثیر ' (اردو) سعدی فاروقی ' ناظم اعلیٰ مدارس بلتستان ۱۹۸۵ء
۲۷۔ بلتستان پر ایک نظر ' (اردو) محمد یوسف حسین آبادی سکردو ۱۹۸۷ء
۲۸۔ماہنامہ شہہ رگ پاکستان ' (اردو) مظفر آباد اکتوبر ۱۹۸۷ء
۲۹۔دعوت اصلاح ' (اردو) مولوی عبد الرشید انصاری بلتستانی ' رنگین پریس کراچی ۱۹۵۶ء
۳۰۔احناف کی حالت زار اور اس کا علاج ' (اردو) محرم علی شاہ خپلو سن ندارد
۳۱۔تعارف نامہ ' (اردو) باہتمام بلتستان اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن نشرواشاعت ۱۹۸۸ء
۳۲۔ماخوذ از تاریخ ہندوستان جلد ۶ ص ۱۴۷، ۱۴۸ بحوالہ "حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے ناقدین" باہتمام مولانا ابو الحسن فاروقی دہلوی الازہری
۳۳۔ ضمیمہ صفحہ ترجمان ہمدانیہ ہفت روزہ انصاف نبی چوک راولپنڈی نومبر ۱۹۸۵ء

۳۴۔ کاشف الحق' (اردو) حجتہ الاسلام والمسلمین آغا سید علی کرسی سن نہ دارد
۳۵۔ ہمدرد نونہال 'سید محمد رضا' ہمدردیہ پریس کراچی جولائی ۱۹۹۱ء
۳۶۔ تاریخ کشمیر' (اردو) سید محمود آزاد' ادارہ معارف کشمیر ہاڑی گہل تحصیل باغ آزاد کشمیر ۱۹۷۰ء
۳۷۔ اقبالیات' (فارسی) شمارہ سوم 'عبدالرفیع حقیقت اقبال اکادمی لاہور ۱۹۸۸ء
۳۸۔ جلوۂ کشمیر' (اردو) ڈاکٹر صابر آفاقی' سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۹ء
۳۹۔ تاریخ فرشتہ اردو منشی نول مطبع نامی گرامی لکھنو بھارت ۱۳۱۴ھ
۴۰۔ تحفتہ الاحباب قلمی' (فارسی) قلمی 'ملا محمد علی کشمیری کتابت ۱۰۲۵ھ برات لائبریری بلتستان
۴۱۔ تذکرہ شاہ ہمدان' (فارسی) از شیخ محمد اسمٰعیل ساحلی سن نہ دارد
۴۲۔ مشجر الاولیا' (عربی) سید محمد نور بخش از شیخ ابو الباقر علی بن الحسین سن نہ دارد
۴۳۔ مجموعہ آثار' (فارسی) احمد غزالی احمد مجاہد بہ اہتمام تہران یونیورسٹی ۱۳۷۰ش
۴۴۔ شرح گلشن راز مفاتیح الاعجاز (فارسی) شیخ لاہیجی اسیری بہ اہتمام کتاب فروشی محمودی ۱۳۳۷ش
۴۵۔ پیام نور بخشیہ' (اردو) غلام مہدی خطیب کوئٹہ بہ اہتمام ادارہ نشریات پیام نور بخشیہ کوئٹہ سن نہ دارد

NYF Manzoor & Mehmoodabad Unit Karachi